ہفت روزہ

47

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

13 تا 19 دسمبر 2011ء / 17 تا 23 محرم الحرام 1433ھ

بے ایمانی؟

’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہنے کے بعد تم ’’محمد رسول اللہ‘‘ کہتے ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے یہ تسلیم کرلیا کہ محمد ﷺ ہی وہ پیغمبر ہیں جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنا قانون تمہارے پاس بھیجا ہے۔ خدا کو اپنا آقا اور شہنشاہ مان لینے کے بعد یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ اس شہنشاہ کے احکام کیا ہیں۔ ہم کون سے کام کریں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور کون سے کام نہ کریں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ کس قانون پر چلنے سے وہ ہم کو بخشے گا اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر وہ ہم کو سزا دے گا۔ یہ سب باتیں بتانے کے لیے خدا نے محمد ﷺ کو اپنا پیغامبر مقرر کیا، آپؐ کے ذریعہ سے اپنی کتاب ہمارے پاس بھیجی، اور آپؐ نے خدا کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرکے ہم کو بتادیا کہ مسلمانوں کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔ پس جب تم نے ’’محمدؐ رسول اللہ‘‘ کہا تو گویا اقرار کرلیا کہ جو قانون اور جو طریقہ حضور ﷺ نے بتایا ہے تم اسی کی پیروی کروگے، اور جو قانون اس کے خلاف ہے اس پر لعنت بھیجوگے۔ یہ اقرار کرنے کے بعد اگر تم نے حضور ﷺ کے لائے ہوئے قانون کو چھوڑ دیا اور دنیا کے قانون کو مانتے رہے تو تم سے بڑھ کر جھوٹا اور بے ایمان کوئی نہ ہوگا، کیونکہ تم یہی اقرار کرکے تو اسلام میں داخل ہوئے تھے کہ محمد ﷺ ہی کا لایا ہوا قانون حق ہے اور اسی کی تم پیروی کروگے۔ اسی اقرار کی بدولت تو تم مسلمانوں کے بھائی بنے، اسی کی بدولت تم نے باپ سے ورثہ پایا، اسی کی بدولت ایک مسلمان عورت سے تمہارا نکاح ہوا، اسی کی بدولت تمہاری اولاد تمہاری جائز اولاد بنی، اسی کی بدولت تمہیں یہ حق ملا کہ تمام مسلمان تمہارے مددگار بنیں، تمہیں زکوٰۃ دیں، تمہاری جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیں، اور ان سب کے باوجود تم نے اپنا اقرار توڑ دیا۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کون سی بے ایمانی ہوسکتی ہے؟

خطبات
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

نئی پالیسی

ہماری حالتِ زار

بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینے کا فیصلہ

قیامِ خلافت: بنیادی سوال؟

ناظمہ علیا تنظیم اسلامی کا پیغام رفقاء تنظیم کے نام

کیا پاکستان سردار پٹیل کی دَین ہے؟

خاک نشینوں کا خون کیا ہوا؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ یونس

(آیات: 104 تا 109)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ
وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا
لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ
فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ
اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ
اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

’’(اے پیغمبرؐ) کہہ دو کہ لوگو! اگر تم کو میرے دین میں کسی طرح کا شک ہو تو (سن رکھو کہ) جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔ اور مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ ایمان لانے والوں میں ہوں۔ اور یہ کہ (اے محمدؐ سب سے) یکسو ہو کر دین (اسلام) کی پیروی کیے جاؤ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھی بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دو کہ لوگو تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں۔ اور (اے پیغمبرؐ) تم کو جو حکم بھیجا جاتا ہے اس کی پیروی کیے جاؤ اور (تکلیفوں پر) صبر کرو۔ یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔‘‘

اب یہ بڑا فیصلہ کن انداز خطاب ہے کہ اے نبیؐ لوگوں کو کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں میرے دین کے بارے میں کوئی شک ہے کہ جس کی بنا پر تم مجھ پہ یہ دباؤ ڈال رہے ہو کہ میں تمہارے دین کی پیروی کر لوں تو جان لو کہ تمہارا یہ دباؤ بالکل بے کار ہے۔ اگر تمہیں میرے بارے میں اس طرح کی کوئی غلط فہمی ہے تو اُسے دل سے نکال دو۔ میں ہرگز اُن کو پوجنے والا نہیں جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو۔ بلکہ میں تو اُسی اللہ کی پرستش کروں گا جو تمہیں قبض کرے گا (وفات دے گا) اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں۔

اور اے نبی آپؐ تو اپنے چہرے کو سیدھا رکھئے دین حنیف کی طرف، یکسو ہو کر اور ہرگز ان مشرکوں میں سے نہ ہویئے۔ اور ہرگز مت پکاریئے اللہ کو چھوڑ کر اُن ہستیوں کو جو نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان۔ اور بفرض محال آپ نے ایسا کیا تو پھر آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی ضرر پہنچائے تو کوئی اُس کو دور کرنے والا نہیں سوائے اُسی کے۔ اور اگر وہ آپؐ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل کو کوئی لوٹانے والا نہیں۔ کوئی نہیں جو اُس کے فضل کے راستے میں رکاوٹ بن سکے۔ اور اللہ کا قاعدہ یہ ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے، اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کہہ دیجیے اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے۔ تو اب جو کوئی بھی ہدایت پائے تو وہ اپنے بھلے کو ہی ہدایت پائے گا۔ اس کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ اِس سے اِسی کی عاقبت سنورے گی۔ اور جو بھٹک جائے، گمراہ ہو جائے تو وہ بھی اپنی جان پر وبال لے گا، میں تمہارا ذمہ نہیں ہوں نہ اللہ کے ہاں تمہارے بارے میں مجھ سے باز پرس کی جائے گی۔ جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝﴾ (البقرہ: 119) ’’آپ سے جہنمیوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا‘‘ اور اے نبی آپؐ پیروی کرتے جایئے، اُس کی جو آپ کی طرف وحی کیا جا رہا ہے، اور صبر کیجیے، پُرعزم رہیے، اُن کے دباؤ کو برداشت کیجیے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ سنا دے اور وہ یقیناً بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دوسروں کی ضرورت میں کام آنا

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِيْ حَاجَةً يُرِيْدُ اَنْ يَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ)) (مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص میری اُمت میں سے کسی کی ضرورت پوری کر دے اور اس سے اس کی نیت صاحب ضرورت کو خوش کرنے کی ہو تو اُس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کر دیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کر دیا اور جس نے اللہ پاک کو خوش کر دیا اللہ پاک اُس کے بدلے میں اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔‘‘

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

13تا19 دسمبر 2011ء — جلد 20
17تا23 محرم الحرام 1433ھ — شمارہ 47

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون:36316638-36366638 فیکس:36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون:03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نئی پالیسی

دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننے کا سابق صدر پرویز مشرف نے جو انتہائی غلط، ضرر رساں اور تباہ کن فیصلہ کیا تھا اور جس پر موجودہ سیاسی اور عسکری قوتوں نے ماضی قریب تک عملدرآمد جاری رکھا ہوا تھا، آج پاکستان اس کے نتائج بھگت رہا ہے۔ ہمارا وہ اتحادی جس سے دوستی نبھانے کے لیے ہم نے 35 ہزار سے زاید پاکستانیوں کی جان قربان کردی اور اس بے چہرہ جنگ میں غریب پاکستانیوں کی خون پسینہ ایک کر کے کمائی ہوئی اربوں ڈالر کی پونجی ڈبو دی، آج وہ ہم پر فضائی حملے کر کے ہمارے جوانوں کا خون بہا رہا ہے۔ ہماری افواج اور ہماری خفیہ ایجنسی پر دہشت گردوں کی پشت پناہی کا الزام لگا رہا ہے۔ گویا اقتدار کی ہوس میں ملوث جنونی جرنیل پرویز مشرف کے اِس فیصلے سے ہم دھوبی کے کتے کی مانند نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ ہمارے اتحادی امریکہ نے 26 نومبر کو ہماری سرحدی چوکیوں پر آگ برسا کر ہمارے 24 جوان شہید کر دیے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ پاکستان نے ردِعمل میں نیٹو افواج کو پاکستان سے پہنچائی جانے والی سپلائی معطل کر دی ہے۔ علاوہ ازیں امریکہ کو 11 دسمبر تک شمسی ایئر پورٹ خالی کرنے کا کہہ دیا ہے، بون کانفرنس کا بائیکاٹ کیا گیا ہے اور امریکہ سے تعلقات پر نظر ثانی کرنے کے لیے 13، 14 دسمبر کو سفیروں کی کانفرنس طلب کر لی گئی ہے۔ ہم اس پر اس کے علاوہ کیا تبصرہ کر سکتے ہیں ؏ یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں۔ ہم دس سال سے چیخ و پکار کر رہے تھے کہ پاکستان کے حکمران سانپ کو دودھ پلا رہے ہیں، یہ بالآخر پاکستان کو ڈسے گا۔ ہم دشمن کو دوست سمجھ کر اپنی بغل میں پناہ دیے ہوئے ہیں اور توپوں کے گولے اُن بے گناہوں پر برسا رہے ہیں، جنہوں نے پاکستان کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ لیکن ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کی آنکھوں پر ڈالروں کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اب اِس آگ میں خود اپنے پاؤں جلے ہیں تو آنکھیں کھلی ہیں۔ بہرحال دیر آید درست آید۔

ہم حکومت کے اِن فیصلوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ امریکہ سے تعلقات کے حوالہ سے نئی پالیسی کیا بنتی ہے۔ اگر نئی پالیسی یہ بنائی گئی کہ تم دام بڑھاؤ ہم قدم بڑھائیں گے، ایسی صورت میں ہم موجودہ سیاسی اور عسکری قیادت کو انتباہ کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ پرویز مشرف کے فیصلے سے بھی کہیں زیادہ نقصان دہ بلکہ مہلک ثابت ہوگا اور ہم یہ کہتے ہوئے بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ اگر پرویز مشرف کے غلط فیصلے کے باوجود پاکستان کی سلامتی اور خود مختاری مکمل طور پر تباہ و برباد نہیں ہوئی تو اب کوئی ایسا معاہدہ جس کی رو سے شرائط میں کمی بیشی کر کے امریکہ کا اتحادی بنے رہنے کا فیصلہ ہوا تو پاکستان خاکم بدھن دنیا کے نقشہ پر قائم نہیں رہ سکے گا۔ ہم یہ بات جذبات کی بنیاد پر اور بلا دلیل نہیں کہہ رہے۔ ہمارے حکمرانوں کو اپنا اصل دشمن پہچاننا ہوگا اور اُس کے عزائم جاننے ہوں گے، جو بہرحال ڈھکے چھپے نہیں۔ ہم بھی سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو براہِ راست پاکستان سے اِس حد تک دشمنی تو نہیں ہے کہ وہ پاکستان کو نیست و نابود کرنے پر تلا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا اصل اور بدترین دشمن یہودی ہے جس نے اپنی معاشی طاقت کی بنیاد پر امریکہ کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ آج اگر یہودی امریکہ سے سرمایہ نکال لے تو امریکہ دیوالیہ ہو جائے گا، اِسی معاشی قوت کے بل بوتے پر یہودی عالمی میڈیا خصوصاً امریکی میڈیا پر قابض ہے۔ اِن دو ہتھیاروں کی وجہ سے امریکہ یہودیوں کے سامنے بے بس ہے اور یہودی امریکہ کی عسکری قوت کو اپنے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ امریکہ کا کوئی صدر ایوان صدر میں یہودیوں کی مرضی کے خلاف ایک دن نہیں ٹھہر سکتا۔ اور یہود کس کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں اور کون اُن کی آنکھوں میں سب سے زیادہ کھٹکتا ہے، اس کا اعلان اُنہوں نے 1967ء میں عربوں کو شکست دینے کے بعد کھلم کھلا کر دیا تھا کہ ہمارا اصل مقابلہ عربوں سے نہیں، پاکستان سے ہے۔ حالانکہ اُس وقت پاکستان ابھی ایٹمی قوت بھی نہیں بنا تھا۔ آج

پاکستان ایٹمی قوت ہے اور تل ابیب اُس کے میزائلوں کی زد میں ہے۔ لہٰذا یہ یہودیوں کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اسرائیل ہر قیمت پر پاکستان کو ایٹمی قوت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ وہ بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات تباہ کرنے کی کئی ناکام کوششیں کر چکا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے اور کسی حد تک صحیح سمجھتا ہے کہ صرف امریکہ پاکستان کو ایٹمی اثاثہ جات سے محروم کرسکتا ہے یا اسے رول بیک کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ اور یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس دن پاکستان ایٹمی قوت سے محروم ہوا، ہمارا ازلی دشمن بھارت وقت ضائع کیے بغیر ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ لہٰذا پالیسی سازوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ امریکہ پاکستان کا کبھی دوست ثابت نہیں ہوسکتا اور امریکہ سے پاکستان کے لیے کبھی کوئی خیر کی خبر نہیں آسکتی۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم امریکہ کو دشمن قرار دے کر اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کردیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امریکہ پر قولی اور عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ ہم نام نہاد دہشت گردی کے خلاف اُس کی جنگ میں اُس کے اتحادی نہیں بن سکتے۔ یعنی نئی پالیسی کا کلیدی اور مرکزی نکتہ یہ ہو کہ اب ہمارا اس جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اس جنگ کا کوئی قانونی اور اخلاقی جواز نہیں ہے۔ البتہ اگر امریکہ چاہے تو افغانستان سے اُس کے پرامن انخلا میں اُس کی مدد کی جاسکتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکی افواج کے پُرامن انخلا پر طالبانِ افغانستان کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا، اگر یہ انخلا مکمل بھی ہو اور غیر مشروط بھی۔ امریکہ میں اچھی خاصی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو اس جنگ کو امریکہ کے مفادات کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اُن پر اگر یہ واضح کردیا جائے گا کہ اُن کے فوجیوں کو واپسی کا محفوظ اور پرامن راستہ مل سکتا ہے تو وہ لازماً اپنے حکمرانوں پر دباؤ ڈالیں گے کہ وہ جنگ کے خاتمہ کے لیے اقدام کریں۔ اگر وہاں کے عوام پر یہ بات واضح ہوگئی تو شاید وہ یہودی پراپیگنڈا سے زیادہ متاثر نہ ہوں۔ اِس لیے کہ باڈی بیگ کی آمد کا تسلسل اور بدترین اقتصادی صورت حال کی وجہ سے عوامی سطح پر یہودیوں کے عزائم کی تکمیل میں رکاوٹ بنا جاسکتا ہے۔ عوامی دباؤ کے بغیر امریکی حکمرانوں کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ بحران کے نتیجہ میں اگر امریکی افواج کے انخلا کا کوئی طریقہ کار طے ہو جائے تو مسئلہ کے حل کے لیے وقتی طور پر اُن کی سپلائی لائن کھول دینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ البتہ یہ سب کچھ زبانی کلامی نہیں بلکہ بلیک اینڈ وائٹ طے ہو۔ انخلا کا معاملہ اگر طے نہ بھی ہو سکے کیونکہ اصلاً یہ امریکہ اور طالبانِ افغانستان کا معاملہ ہے، ہمیں امریکہ سے دو باتیں طے کرلینی چاہئیں۔ ایک یہ کہ چونکہ ہمارے سابق حکمرانوں نے آپ کو لاجسٹک سپورٹ دینے کا طے کرلیا تھا لہٰذا اخلاقی تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے ہم آپ کو فلاں تاریخ تک جو 6 ماہ سے زائد نہیں ہونی چاہیے متبادل راستے اختیار کرنے کا وقت دیتے ہیں۔ اُس کے بعد یہ سپلائی لائن مکمل اور مستقل بند کردی جائے گی۔ دوسرا یہ کہ اِس جنگ میں پاکستان کی سرزمین کو قطعی طور پر استعمال نہ کیا جائے اور کبھی اس حوالہ سے کسی ایک پاکستانی پر بھی فوجی ہو یا سویلین حملہ نہیں کیا جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستانی حکومت اگر یہ موقف اختیار کرلے تو غیر جانبدار دنیا اُس کی حمایت کرے گی۔ آخر کسی ملک کو کسی جنگ میں گن پوائنٹ پر کیسے گھسیٹا جاسکتا ہے۔ اور اگر اللہ توفیق دے اور اللہ رب العزت یقیناً توفیق دیتا ہے اگر نیت نیک ہو، اخلاص ہو اور کچھ کر گزرنے کا عزم ہو، تو پھر سوچیں اور غور کریں کہ ہم آج زمانے میں ذلیل و رسوا کیوں ہیں۔ ہماری پہچان ایک بھکاری ملک کی کیوں ہے؟ ہم در در کی ٹھوکریں کیوں کھا رہے ہیں؟ ہم پر بھوک اور خوف کیوں مسلط ہے؟ اور نگاہ ڈالیں اپنے شاندار اور قابلِ فخر ماضی پر، جب ہم انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی اور ریاستی سطح پر بھی حقیقی مسلمان تھے، دنیا مسلمان کے نام سے تھر تھر کانپتی تھی اور آج ہم دنیا اور دنیوی قوتوں کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے ہم نے دنیا کی نقالی کرتے ہوئے اسلام اور ریاست کو الگ الگ کردیا ہے۔ بالفاظِ دیگر اعلان کیے بغیر عملی طور پر سیکولرازم کو اپنا لیا ہے۔ اپنی نظریاتی بنیاد سے انحراف کیا ہے۔ 1949ء میں جب قراردادِ مقاصد کو اسمبلی میں منظور کرکے ہم نے اپنی راہ اور ہدف متعین کیا تھا اور گاڑی کو جس پٹڑی پر چڑھایا تھا، اُس پر مضبوطی سے قدم جماتے، مخالف قوتوں کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے اور پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنا دیا ہوتا تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتے۔ ہم اللہ کی حمایت اور نصرت سے ایک سپر طاقت بن چکے ہوتے۔ ابھی وقت ہے، ابھی پانی سر سے نہیں گزرا، اب نئی پالیسی بنانے ہی لگیں تو اُس پالیسی کا مرکزی نکتہ اور اصل مقصد پاکستان میں دینِ متین کو قائم کرنا اور اُسے اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہو۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔ یہی عزت و آبرو سے زندہ رہنے کا راستہ ہے۔ وگرنہ اِس دلدل سے ہم کبھی نجات نہیں پاسکیں گے، بلکہ جتنی نکلنے کی کوشش کریں گے، اُتنے ہی دھنستے چلے جائیں گے۔ اجتماعی اور ریاستی سطح پر نظریاتی انحراف کا نتیجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔

بیابہ مجلس اسرار

اِتباع

''دل کی حقیقی محبت' طبیعت کی پوری آمادگی اور ایک گہرے قلبی لگاؤ کے ساتھ جب انسان کسی کی پیروی کرتا ہے تو وہ صرف اس حکم ہی کی پیروی نہیں کرتا جو وہ اپنی زبان سے واضح الفاظ میں دے رہا ہو' بلکہ وہ اس کی ہر ادا کی پیروی کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا ہے اور اس کے چشم و ابرو کے اشاروں کا منتظر رہتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ میرے محبوب کو کیا پسند ہے اور کیا ناپسند' ان کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے' ان کی گفتگو کا انداز کیا ہے' چلتے کس طرح ہیں' وہ لباس کون سا پہنتے ہیں' انہیں کھانے میں کیا چیز مرغوب ہے۔ ان چیزوں کے بارے میں خواہ کبھی کوئی حکم نہ دیا گیا ہو' لیکن جس کے دل میں کسی کی حقیقی محبت جاگزیں ہو جائے' جو کسی کا والہ و شیفتہ ہو جائے' اس کے لیے وہ احکام جو الفاظ میں دیے گئے ہوں' زبان سے ارشاد فرمائے گئے ہوں یا وہ کام جن کے کرنے کی ترغیب و تشویق دلائی گئی ہو ان کا تو کہنا ہی کیا' وہ تو ہیں ہی واجب التعمیل' ایسے شخص کے لیے تو چشم و ابرو کا اشارہ بھی حکمِ قطعی کا درجہ رکھتا ہے۔ محبوب کی ہر ہر ادا کی نقالی اور اس کے ہر قدم کی پیروی وہ اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔ اس طرزِ عمل کا نام ''اتباع'' ہے۔ جس کی بڑی تابناک مثالیں ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بہت سے واقعات مرقوم ہیں جن سے ان کے جذبۂ اتباع کا پتا چلتا ہے۔ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' اتفاق سے حضور ﷺ کا گزر ایک خاص درخت کے نیچے سے ہوا' لیکن حضرت ابن عمرؓ نے ہمیشہ کے لیے لازم کرلیا کہ جب کبھی ان کا اس راستے سے گزر ہوتا تو وہ اس درخت کے نیچے سے ہو کر گزرتے.....''

بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینے کا فیصلہ

خدشات و نتائج

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 2 دسمبر 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الانفال کی آیت 26 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! ہماری حکومت نے بھارت کو پسندیدہ ملک (Most favourite Nation) قرار دیا ہے۔ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی سارک کانفرنس ہی میں یہ بات منموہن سنگھ سے کہہ آئے تھے۔ اب انہوں نے اپنی کابینہ سے بھی اِس فیصلہ کی منظوری لے لی ہے۔ البتہ پارلیمنٹ سے اس کی منظوری ابھی باقی ہے۔

بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دینے کے حوالے سے ہمارا موقف کیا ہے، آج کی نشست میں اِس پر قدرے تفصیلی گفتگو ہوگی، ان شاء اللہ۔ اصولی طور پر جان لیجئے کہ پاکستان دوسرے ملکوں کی طرح کا ایک ملک نہیں، بلکہ اِس کا معاملہ خاص ہے۔ علامہ اقبال نے جو بات ملت اسلامیہ کے بارے میں کہی تھی کہ ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

وہ بات ملت اسلامیہ پاکستان پر بھی صادق آتی ہے۔ جس طرح امت مسلمہ الگ امتیازی شان کی حامل ہے، اِسی طرح یہ مملکت خداداد بھی انفرادیت کی حامل ہے۔ اِسے دیگر مسلم ممالک پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اِس لیے کہ یہ وہ ملک ہے جو خالصتاً اسلام کے نام پر اور معجزانہ طور پر وجود میں آیا۔ یہ جن حالات میں وجود میں آیا وہ ہرگز اس کے قیام کے موافق نہ تھے۔ یہ حالات کیا تھے، سورۃ انفال کی آیت 26 کے مضمون سے اِن کی گہری مشابہت ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا یہ انہی حالات اور قیام پاکستان کے پس منظر کو بیان کر رہی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٦﴾﴾ (الانفال)

”اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اڑا (نہ) لے جائیں، تو اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں، تاکہ (اس کا) شکر کرو۔“

نئی نسل پاکستان کی تاریخ سے یکسر نابلد ہے، بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ پاکستان کے جغرافیے سے بھی آگاہ نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارا رجحان پیشہ ورانہ فنون کی طرف ہوگیا ہے۔ علم صرف پیشہ ورانہ تعلیم کا نام ہو کر رہ گیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ، پولیٹیکل سائنس، نفسیات اور سب سے بڑھ کر علم کے منبع و سرچشمہ قرآن حکیم سے نوجوان نسل بے بہرہ ہے۔ بہرکیف متحدہ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ انگریزوں اور ہندوؤں کی دوہری غلامی میں پس رہے تھے۔ انگریزوں نے مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا، لہٰذا وہ تعلیم، معیشت اور زندگی کے ہر شعبے میں انہیں پسماندہ رکھنے کی پالیسی پر گامزن تھے۔ استعماری پالیسی کے تحت انہوں نے مسلمانوں کے غداروں کو بڑی بڑی جاگیریں اور عہدے دیئے، انہیں القابات سے نوازا، اور وہ لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مخلص تھے، انہیں ذلیل کرنے کی انتہا کردی۔ یوں مسلمانانِ ہند انگریزی اقتدار میں ہر طرح سے پس رہے تھے۔ اس کے برعکس ہندوؤں کو ہر شعبے میں آگے بڑھایا جا رہا تھا۔ تعلیم، اقتصادیات اور ملازمتوں میں اُن کے لیے دروازے کھلے تھے۔ پھر ہندوؤں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کر رکھی تھیں۔ جن کا مقصد یہ تھا کہ اُن کی وہ نسلیں جو کسی وقت کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئی تھیں، اور اب اُن کا اسلام سے کوئی عملی تعلق نہیں تھا، اُنہیں ہندومت میں واپس لایا جائے۔ وہ بڑی کامیابی سے اِس پر عمل پیرا تھے۔ میوات کی بہت بڑی آبادی تیزی کے ساتھ ہندومت کی طرف واپس جا رہی تھی۔ مولانا محمد الیاسؒ کی تبلیغی تحریک اصل میں اِسی فتنے کی سرکوبی کے لیے اُٹھی تھی۔ اِس صورتحال میں متحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت اس بات سے سخت خوفزدہ تھی کہ ہندو، جن پر انہوں نے ہزار سال تک حکومت کی تھی، انہیں اچک لیں گے، اُن کا تشخص ختم کردیں گے۔ جس طور سے مسلمانوں کو ہندومت کی طرف لایا جا رہا تھا، اِس سے انہیں یہ فکر دامن گیر ہوگئی تھی کہ یہاں اسلام کا وجود ہی نہ مٹ جائے۔ ایسے مخدوش حالات میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی خصوصی مدد کی اور پاکستان کی صورت میں انہیں پناہ گاہ عطا کی۔ پاکستان کا معجزانہ طور پر معرض وجود میں آنا ایک ایسی روشن حقیقت ہے، جس کا انکار چمکتے سورج کے انکار کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ انگریز بھی پاکستان کا مخالف تھا اور ہندو بھی، جس کی نمائندہ بہت بڑی جماعت کانگریس تھی، قیام پاکستان کے خلاف تھا۔

گاندھی کہا کرتا تھا کہ پاکستان میری لاش پر ہی بن سکتا ہے۔ یوں حالات ہر اعتبار سے قیام پاکستان کے ناموافق تھے۔ اِس کے باوجود اللہ نے اپنی خصوصی تائید اور نصرت سے مسلمانوں کو یہ ملک عطا کیا، اور یہ وجود بھی ماہ رمضان کی 27 شب میں آیا ہے۔

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو پہلی جنگ عظیم کے بعد پورے عالم اسلام کو جو استعماری حکمرانی کے زیر تسلط آ گیا تھا، آزادی ملنی شروع ہوگئی۔ چنانچہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ممالک وجود میں آئے جو کبھی خلافت عثمانیہ کا حصہ رہے تھے۔ لیکن ان ممالک کی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں وطنی قومیت کا جذبہ کارفرما تھا۔ البتہ پاکستان واحد ملک تھا جو خالصتاً اسلامی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ خدایا، ہمیں ایک آزاد اور خودمختار خطۂ زمین عطا فرمادے، ہم اُس میں تیرا دین نافذ کریں گے۔ پاکستان کی اِسی نظریاتی اساس کی بنا پر یہ ملک ابتدا ہی سے یہود و نصاریٰ کے دلوں میں کھٹک رہا ہے۔ انہوں نے مختلف ہتھکنڈوں اور سازشوں کے ذریعے پوری کوشش کی کہ اِسے اسلامی نظریے کی طرف پیش قدمی نہ کرنے دی جائے اور ہم نے بھی اُن کی خواہشات کے عین مطابق اسلام کی طرف قدم بڑھانے سے احتراز کیا اور اِس کا راستہ روکتے رہے۔

جب ہم نے اپنے اساسی نظریے کے فروغ اور اُس کے مطابق مملکت کی تعمیر نہ کی، تو اللہ نے اس وعدہ خلافی، بے وفائی اور دین سے غداری کی بنا پر 1971ء میں ہمارا مشرقی بازو ہم سے جدا کر دیا۔ اتنا بڑا زخم لگنے کے بعد بھی ہم نے اسلام کے تعلق سے اپنی روش تبدیل نہ کی بلکہ بے وفائی کا رویہ اپنائے رکھا۔ اللہ نے پھر بھی ہم پر کرم کیا کہ علم و تحقیق کے کسی بھی معیار پر نہ ہونے کے باوجود اُس نے ہمیں ایٹمی قوت سے نواز دیا، جس پر پورے عالم اسلام میں خوشی کا اظہار ہوا۔ لیکن اس کے بعد بھی ہم نفاذ اسلام کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر آمادہ نہ ہوے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ مسلمانوں کی جداگانہ مملکت سے بانیان پاکستان قائداعظم اور علامہ محمد اقبال کے پیش نظر ایک ایسی ریاست تھی، جسے خلافت راشدہ کا نمونہ بننا تھا، ہم نے اِس منزل کی جانب قدم نہ بڑھائے، بلکہ راستے ہی کو منزل سمجھ بیٹھے۔ دوسری جانب سوویت یونین کی تحلیل کے بعد یہود و نصاریٰ نے انڈیا کو علاقے کی منی سپر پاور بنانے کا فیصلہ کر لیا، تاکہ ایک طرف چین کو کنٹرول کیا جائے اور دوسری طرف جہاد کا ''جن'' جو افغان جہاد کے بعد بوتل سے باہر آ گیا تھا، اُسے قابو میں لایا جائے۔ اب عالمی طاقتیں اِسی جانب آگے بڑھ رہی ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ پاکستان کی دوستی کی پینگیں بڑھانا اِسی مقصد کے لیے ہے کہ ہم انڈیا کو علاقے کی بڑی طاقت تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو اُس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ یہی تو نہرو کا ویژن تھا۔ اُس نے بالکل آغاز ہی میں کہہ دیا تھا کہ ہمیں جنوبی ایشیا کے تمام ممالک، مشرقی ایشیا اور افغانستان سب پر بالادستی حاصل کرنی ہے۔ اِسی لیے تو ہندو نے آج تک پاکستان کا وجود دل سے تسلیم نہیں کیا۔ وہ تسلیم کرے بھی تو کیسے کرے کہ تقسیم کی لکیر کا مطلب اُس کے نزدیک مہا بھارت کے ٹکرے کرنا ہے۔ ہندوستان کی علاقائی بالادستی کے منصوبے میں امریکہ اور یہود اُس کی پشت پر ہیں۔ وہ اُس کے ہر طرح سے معاون و مددگار ہیں۔ کلنٹن کے دور اقتدار میں جب کلنٹن نے انڈیا کا دورہ کیا تو وہ اپنا ایک مکمل ایجنڈا لے کر آیا تھا، جس سے امریکہ کی ترجیحات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اُس نے اپنے دورہ میں وہاں کئی دن قیام کیا تھا، اور اپنا پورا وزن ہمارے مقابلے میں انڈیا کے پلڑے میں ڈال کر واضح کر دیا تھا کہ ہماری ترجیح میں پاکستان سرے سے شامل ہی نہیں، ہماری ترجیح اول انڈیا کو علاقے کا تھانیدار بنانا ہے۔

پاکستان اور انڈیا کے باہمی تعلقات کو نارمل سطح پر لانے کے لیے ہمیشہ سے کوششیں ہوتی رہیں۔ اِس سلسلے میں گاہے بگاہے مذاکرات ہوتے رہے، لیکن اِن مذاکرات میں مرکزی ایشو کشمیر ہی رہا۔ ہم نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ مذاکرات میں کشمیر کو بنیادی مسئلہ بنائیں، کیونکہ اسی مسئلے سے تمام مسئلے جڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ حل ہو گیا تو تعلقات معمول کی سطح پر آ جائیں گے، ورنہ بدستور کشیدگی رہے گی۔ یہاں تک پرویز مشرف کے دور میں آگرہ میں ہونے والے مذاکرات بھی کشمیر کو کور ایشو بنانے کے سوال پر ناکام ہوئے تھے۔ بہرکیف یہ کوششیں اب بھی ہو رہی ہیں کہ پاکستان اور انڈیا کو قریب لایا جائے۔ یہود و نصاریٰ نے اپنا وزن انڈیا کے پلڑے میں ڈال کر ہم پر دباؤ ڈالا ہے کہ ہم اُس سے مذاکرات کریں۔ لیکن انڈیا مذاکرات میں ہمیں کشمیر کی طرف آنے ہی نہیں دیتا۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ بھارت کے ساتھ بہتر تعلقات میں ہمارا فائدہ ہے۔ اِس سے ہمارے ہاں معاشی استحکام آئے گا کہ بجٹ کا بڑا حصہ جو فوج اور ہتھیاروں کی خریداری کے لیے مختص ہوتا ہے، تعلقات معمول پر آ جانے کے بعد عوامی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر خرچ ہوگا۔ لہٰذا بہتری اِسی میں ہے کہ کشمیر کے مسئلہ کو ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی بنیاد پر حل کر لیا جائے۔ کشمیر تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کا حصہ ہے۔ جب تک اِس مسئلہ کو حل نہیں کیا جائے گا بات نہیں بنے گی۔ تاہم انڈیا سے دوستانہ روابط کے ضمن میں جو بات نہایت اہم ہے، وہ یہ ہے کہ ہم پہلے اپنی نظریاتی بنیاد کو مضبوط کریں، اس ملک میں صحیح معنوں میں اسلام نافذ کریں، جس کے لیے اِسے وجود میں لایا گیا تھا۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ اب محض اسلام کے نعروں سے کام نہیں چلے گا، بلکہ ہمیں بالفعل شریعت نافذ اور اسلام کو غالب کرنا ہوگا۔ ہمارے استحکام، قومی یکجہتی اور قوت کی بنیاد ہی اسلام ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی بھی چیز ہمیں جوڑ کر نہیں رکھ سکتی۔ انڈیا بہت بڑا ملک ہے۔ اگر ہم نے اپنی اساس اسلام کو مضبوط نہ کیا، اور اسلامی نظریے کی بنیاد پر ایک قوم نہ بنے اور نظریاتی خلا پُر نہ کیا تو انڈیا ہمیں ہڑپ کر جائے گا، ہمیں اکھنڈ بھارت میں ضم کر دے گا۔ ہم آج جو انڈیا سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہے ہیں، یا اس سے پہلے نواز شریف یا پرویز مشرف کے ادوار میں ایسا کرتے رہے ہیں، اِس کے پیچھے بھی امریکی دباؤ کارفرما ہے۔ مشرف دور میں تو بات یہاں تک آ گئی تھی کہ دونوں ملکوں میں کوئی جنگ نہیں ہونی چاہیے اور واہگہ بارڈر کے علاقہ کو بہت بڑا ٹریڈ سنٹر بنایا جائے۔ اِسی وجہ سے پھر لاہور سے واہگہ جانب کی زمینیں جو کبھی کوڑیوں کے بھاؤ بکتی تھیں، اُن کی قیمتیں بہت بڑھ گئیں۔ بہرکیف امریکی دباؤ پر ہم نے انڈیا کے حوالے سے جہاں اور بہت سی باتیں قبول کیں، وہاں کور ایشو کشمیر کو بھی ایک طرف رکھ دیا۔ اب ثقافتی طائفے آنے لگے۔ دونوں طرف سے دانشور آنے جانے لگے، جو آ کر یہ کہنے لگے کہ ہمیں تقسیم کی لکیر مٹا دینی چاہیے کہ اس نے خواہ مخواہ ہمارے دلوں میں نفرت ڈال دی ہے۔ یہ باتیں اس لیے ہو رہی ہیں کہ ہم نے اس ملک کے اساسی نظریے کو فراموش کر دیا۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اس نظریے کی جانب پیش قدمی کریں، یاد رکھیے، اگر ہم نے نظریاتی اعتبار سے اس ملک کو مضبوط نہ کیا، یہاں حقیقی اسلام نافذ نہ کیا اور انڈیا کے ساتھ روابط بڑھائے تو یہ طرزِ عمل پاکستان کے وجود کی نفی کے مترادف ہوگا۔ اِس سے پاکستان اپنی وجہِ جواز کھو بیٹھے گا۔

حکومت نے انڈیا کو موسٹ فیورٹ نیشن قرار دینے کا جو فیصلہ کیا ہے، اِس میں امریکہ کی یہ منصوبہ بندی بھی شامل ہے کہ نیا سلک روٹ بنے، جس کے ذریعے بھارت، پاکستان، افغانستان اور وسط ایشیائی ریاستوں

کے درمیان تجارت ہو، تاکہ علاقے میں بھارت کی بالادستی کے لیے قیام کے لیے معاشی میدان میں بھی اُسے بالاتر حیثیت دلائی جائے۔ اِسی غرض سے ہم نے پہلے افغانستان کے ساتھ ٹرانزٹ ٹریڈ کا راستہ کھولا اور اب امریکہ کا دباؤ ہے کہ ہم انڈیا سے بھی تجارت کے دروازے پورے طور پر کھول دیں اور بھارتی انڈسٹری کے لیے پاکستان کی منڈی اوپن کر دیں۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ اِس کا نتیجہ نظریاتی ہی نہیں، معاشی و اقتصادی اعتبار سے بھی بہت خوفناک ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ بھی جو اس معاملے کو خالص مادی نقطہ نظر سے دیکھ رہے ہیں، یہی کہتے ہیں کہ بھارت سے آزادانہ تجارت سے اُسے پورے علاقے پر بالادستی حاصل ہو جائے گی اور ہم اِس کے دست نگر ہو جائیں گے۔ انڈیا ثقافتی طور پر ہمیں پہلے ہی فتح کر چکا ہے، جیسا کہ کراچی کے دورے کے موقع پر کچھ سال پہلے سونیا گاندھی نے کہا تھا: ''ہمیں پاکستان سے کوئی خطرہ نہیں، ہم ثقافتی طور پر اُسے فتح کر چکے ہیں۔ میرے دعوے کا ثبوت دیکھنا ہو تو پاکستان کی ویڈیو شاپس کو دیکھ لیں، وہاں سب سے زیادہ آپ کو انڈین موویز ہی ملیں گی۔'' (روایت بالمعنی) معلوم ہوا کہ ہم اپنے نظریے سے کب کے دست بردار ہو چکے ہیں، اب عملاً ہمارے پاس کوئی آئیڈیالوجی نہیں ہے۔ انڈین کلچر ہی ہمارا کلچر ہے۔ اب انڈیا کو موسٹ فیورٹ نیشن قرار دینے اور اُس سے تجارتی روابط بحال کرنے سے ہم معاشی طور پر بھی تباہ ہو جائیں گے۔ وہ ہمیں اِس میدان میں بھی فتح کر لے گا۔ یہاں کی انڈسٹری پہلے ہی بیٹھی ہوئی ہے۔ انڈیا سے تجارت کرنے سے وہ بالکل تباہ ہو جائے گی، ہمارا کچھ بھی نہیں بچے گا۔ ہندو بہت عیار ہے۔ وہ دور کی دیکھتا ہے۔ پاکستان کو ناکام بنانے کے لیے اگر اِسے وقتی طور پر اپنا نقصان بھی برداشت کرنا پڑا، تو وہ کرے گا۔ ہاں، جب ہم اُس کے رحم وکرم پر آ جائیں گے، پھر وہ اِس ملک کے حصے بخرے کرنے کے ایجنڈے کو آگے بڑھائے گا، اور اِس کام میں جیسا کہ پیچھے کہا گیا تمام عالمی قوتیں اُس کے ساتھ ہیں۔ اگر ہمارے پاس اللہ کی عطا کردہ ایٹمی قوت نہ ہوتی تو انڈیا کب کا ہمیں ہڑپ کر چکا ہوتا۔ اگر وہ ہمارے حصے بخرے نہ بھی کر سکا تو اُس کی کوشش ہوگی کہ ہم نیپال کی سی حیثیت میں انڈیا کی طفیلی ریاست کے طور پر ہی باقی رہیں۔

پس اگر ہمیں زندہ اور خوددار قوموں کی طرح رہنا ہے، ملک کو مضبوط، مستحکم اور خوشحال بنانا ہے تو اِس کا ایک ہی راستہ ہے کہ اِس ملک کی آئیڈیالوجی اسلامی نظریے کو مضبوط کیا جائے، نعروں کا نہیں صحیح معنوں میں اسلامی نظام ملک میں نافذ کیا جائے۔ اگر ہم نے اپنی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط کر لیا تو پھر انڈیا سے روابط میں کوئی حرج نہیں۔ اِس لیے کہ پھر وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اُن کے پاس کوئی آئیڈیالوجی نہیں ہے۔ ایک مضبوط اسلامی ریاست پاکستان کے مقابلے میں وہ کچے گھروندے کی طرح بیٹھ جائے گا۔ مجھے وہ بات یاد آ رہی ہے جو شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کہی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ ہندوستان کے برہمن اسلام لے آئیں گے۔ اسلام کی حقانیت اُن پر اِس طرح منکشف ہو جائے گی کہ وہ اسلام کی طرف آنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہندو کے پاس حقیقتاً کوئی آئیڈیالوجی نہیں، نظریے کا خلا ہے۔ اِسی لیے تو لاکھوں کی تعداد میں ہندو، ڈاکٹر ذاکر نائیک کے پروگراموں میں شریک ہو کر اپنے ہی مذہب کے خلاف باتیں سنتے ہیں۔ ہندو کے مقابلے میں ہمارے پاس زندہ و جاندار آئیڈیالوجی ہے، لیکن ہم اُس وقت تک صفر ہی رہیں گے جب تک اِس آئیڈیالوجی کو مضبوط نہ کریں۔ جب ملک کی نظریاتی اساس کو پختہ کریں گے تو پھر نہ صرف انڈیا، بلکہ تمام یہود و نصاریٰ کا مقابلہ کر سکیں گے۔ نظریاتی بنیاد کو پختہ کرنے کا عملی طریقہ یہی ہے کہ ہم اسلام کو قائم و غالب کر کے دکھا دیں۔ اِس کے مطابق پوری زندگی کی تعمیر کریں۔ تمام شعبہ ہائے حیات کو اِس کی تعلیمات کے تابع کر دیں۔ سیاست، معیشت، معاشرت، عدالت اور تعلیم ہر جگہ اللہ ہی کا قانون بالادست ہو۔ ایسا کر لینے کے بعد انڈیا سے روابط بڑھانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ امید ہے کہ پھر اِس سے خیر ہی برآمد ہوگا، ان شاء اللہ۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی نظریے کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

خلافت فورم

☆ اسلام میں مسلمان خواتین کو کیا حقوق حاصل ہیں؟
☆ پاکستانی خواتین کے حوالے سے ''گلوبل وومن پراگرس رپورٹ 2011ء'' کے مندرجات کیا ہیں؟
☆ کیا حجاب یا سکارف پردے کے حوالے سے اسلامی شریعت کے تقاضے پورے کرتا ہے؟
☆ قرآن وحدیث کی رو سے مسلمان خاتون کو کن کن رشتہ داروں سے بھی پردہ کرنا چاہیے؟
☆ کیا ستر وحجاب کے تمام احکامات صرف عورتوں کے لیے ہیں، مردوں کے لیے شریعت کوئی رہنمائی نہیں دیتی؟
☆ بعض مذہبی سکالرز خاتون کے چہرے کے پردے کے قائل کیوں نہیں؟
☆ ہمارے دین میں نظر کے پردے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
☆ اسلامی طرز معاشرت جوائنٹ فیملی سسٹم کو پسند کرتا ہے یا One family one unit کو ترجیح دیتا ہے؟
☆ خواتین کے حقوق کے حوالے سے قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر پاس کروایا گیا حالیہ بل اسلامی اعتبار سے کیسا ہے؟
☆ کیا بعض یورپی ممالک کا پردے پر پابندی عائد کرنا سیکولرازم کی آڑ میں اسلام دشمنی نہیں؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org "**خلافت فورم**" میں دیکھئے

مہمانانِ گرامی: **چودھری رحمت اللہ بُٹر**
بریگیڈیر(ر) **ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**

میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

خطبۂ پنجم: سیرت النبیؐ میں باطل سے تصادم کے تکمیلی مراحل

قیامِ خلافت کے ضمن میں غور طلب سوال!

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فکر انگیز خطاب

(آخری قسط)

جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر اب اطراف و اکنافِ عالم میں حضور ﷺ کی انقلابی دعوت پہنچانے اور توحید کا علم کرۂ ارضی پر بلند کرنے کا جو کام اُمت کے سپرد تھا، اُس کا راستہ حضور ﷺ نے بنفس نفیس کھول دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ کا انتقال ہو گیا اس وقت جیش اسامہ تیار کھڑا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ خلافت راشدہ کا دور آیا، تو اللہ کا یہ دین اس قدر پھیلا کہ دریائے جیحوں سے لے کر atlantic ocean تک پہنچ گیا۔ مگر پھر عبداللہ بن سبا یہودی نے ایک بڑا فتنہ برپا کیا تھا، جس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سارا دور خلافت خانہ جنگی میں گزر گیا۔ ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں اور تیروں سے ختم ہو گئے۔ اِس خوفناک فتنہ کے نتیجے میں فتوحات کا وہ سلسلہ ٹوٹ گیا اور زوال کا آغاز ہو گیا۔ اگرچہ مسلمانوں کا عروج تو باقی رہا، مگر خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد سے اسلام بتدریج کا زوال شروع ہو گیا۔ یہ زوال اپنی انتہا کو اب پہنچا ہے، جبکہ پوری دنیا میں زمین کے ایک انچ پر بھی اللہ کا دین قائم نہیں ہے۔ اس وقت دنیا میں مسلمان 1.56 بلین یعنی ایک ارب 56 کروڑ ہیں۔ اور وہ ''مذہب'' اسلام کے ساتھ وابستہ بھی ہیں۔ چنانچہ ہر سال 30،30 لاکھ مسلمان حج کرتے ہیں۔ رمضان میں 30،30 لاکھ عمرے ہوتے ہیں۔ مگر دین نام کی شے کہیں موجود نہیں۔ ایک انچ زمین پر بھی ہم نے اسلام قائم نہیں کیا۔ یہ کیا ہے؟ یہ اسلام کا زوال ہے۔

تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو اس سے پہلے مسلمانوں پر دو عروج اور دو ہی زوال کے ادوار آئے ہیں۔ مسلمانوں پر پہلا دورِ عروج عربوں کے زیر قیادت آیا، جب سلطنت عباسیہ قائم ہوئی۔ یہ دنیا کی عظیم ترین سلطنت تھی، لیکن یہ خلافت نہیں تھی، ملوکیت تھی۔ پھر ان کا زوال ہوا ہے۔ مسلمانوں کی پٹائی پہلے صلیبیوں کے ہاتھوں، اور پھر تاتاریوں کے ہاتھوں ہوئی۔ 85 لاکھ مسلمان تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ پورا خراسان، پورا ایران اور آدھا عراق تہس نہس کر دیا گیا۔

مسلمانوں پر دوسرا دورِ عروج ترکوں کی قیادت میں آیا۔ ہندوستان میں جنہیں ہم مغل کہتے ہیں، یہ ترک ہیں، اور ترکان تیموری کہلاتے ہیں۔ اسی طرح ایران میں ترکان صفوی، مڈل ایسٹ میں ترکان سلجوقی اور ترکی میں ترکان عثمانی حکمران رہے۔ اس دور میں مغربی ایشیا، پورا شمالی افریقہ اور مشرقی یورپ کا بڑا رقبہ عظیم سلطنت عثمانیہ کے زیر نگین آ گیا تھا۔ خلافت چار سو (400) سال ان ترکوں کے پاس رہی۔ پھر ان پر بھی زوال آیا۔ چنانچہ 1924ء میں خلافت ختم اور سلطنت عثمانیہ تحلیل ہو گئی۔ اس کے تحت تمام ممالک بکھر گئے، بلکہ بلقنائزیشن ہو گئی۔ بالٹک ریاستیں ساری کی ساری ترکوں کے پاس تھیں۔ کوسوو، چیچنیا، بوسنیا اور البانیہ یہ سب علاقے ترکوں کے پاس تھے۔ یہاں ترکوں کی حکومت تھی۔ جب زوال آیا تو یہ علاقے بتدریج ترکوں کے ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے۔

اب ایک مرتبہ پھر تاریخ مسلمانوں کے ایک اور دورِ عروج کی منتظر ہے۔ اب مسلمانوں اور اسلام دونوں کی اُٹھان ہونے والی ہے۔ اُمت پر ایک دفعہ زوال کے بعد عروج آیا اور پھر دوسری مرتبہ زوال کے بعد عروج آیا۔ پھر زوال آیا۔ اب ایک مرتبہ پھر اُس پر عروج آنے والا ہے۔ گویا اب جو اُٹھان ہو گی وہ امت کی نشاۃ ثالثہ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہو گی۔ دین زوال کے بعد آج تک جہاں پہنچا ہے، ایک مرتبہ پھر دنیا میں غالب ہو گا۔

خلافت کا دوبارہ اُبھرنا یقینی ہے۔ اِس کی خبریں صادق المصدوق ﷺ نے دی ہیں۔ مگر ہمارے لیے غور طلب سوال یہ ہے کہ خلافت کیسے آئے گی۔ ہمیں اِس امر سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ خلافت محنت و مشقت سے آئے گی، جدوجہد اور کوشش سے آئے گی، جان و مال کی قربانیوں سے آئے گی۔ یہ کام نہ محض دُعائیں کرنے سے ہو جائے گا، نہ محض تبلیغ کرنے سے ہو گا، اور نہ ہی محض علمی کام کرنے سے ہو گا۔ خلافت کے اس طریق سے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح نظام خلافت الیکشن کے ذریعے بھی نہیں آئے گا۔ اگر ہم اسلامی خلافت کے قیام میں سنجیدہ ہیں تو اس کے لیے ہمیں اُس طریق کار کو اپنانا ہو گا جو نبی اکرم ﷺ چھوڑ گئے۔ ہمیں طریق انقلاب ہمیں سیرت نبویؐ سے لینا ہو گا۔ نبویؐ طریق انقلاب کیا ہے، اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ اسی کو میں نے اپنی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' میں بھی تفصیل سے واضح کیا ہے، اس کا مطالعہ کیجئے، تاکہ معلوم ہو سکے وہ فلسفہ کیا تھا؟ آپؐ نے جنگوں کا آغاز کیوں کیا؟ اِس سے آپؐ کے پیش نظر کیا بات تھی۔ ہمارے ہاں اسلام کے غلبہ کے لیے جذبے کی کمی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ذہنوں میں طریق کار واضح ہو اور اُس کو اختیار کیا جائے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ کفر عالم اسلام پر یلغار کر رہا ہے۔ وہ اسلام کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ۔

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

ہمارا کام یہ ہے کہ اسلام کے غلبہ و اقامت کے لیے کمر کسیں، اس مشن میں آگے سے آگے بڑھیں، اور اس کے لیے سیرت محمد ﷺ سے طریق کار اخذ کریں۔ یہ بات بھی یاد رکھئے کہ اسلام اُس راستے سے بھی نہیں آئے گا جو اِس وقت مجاہدین نے اپنا رکھا ہے کہ جماعت بنی نہیں، تربیت ہوئی نہیں، اور فوج کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ یہ انقلاب کا صحیح راستہ نہیں۔ ہاں یہ کہا جائے گا کہ یہ اُس ظلم کا ردعمل ہے جو امریکہ ڈھا رہا ہے۔ امریکی بے قصور لوگوں کو مارتے ہیں۔ اُن کے ڈرون حملوں میں

آئے روز بے گناہ لوگ مرتے ہیں۔ امریکہ نے باجوڑ میں ایک مدرسے پر میزائل مارا جس سے 80 بچے شہید ہو گئے تھے۔ آخر اُن معصوم اور بے گناہ بچوں کے کوئی چچا، بھائی، باپ، رشتہ دار ہیں یا نہیں۔ اور کیا ان لوگوں میں غصہ اور انتقام کے شعلے نہیں بھڑکیں گے، اور وہ پاکستانی فوج کے خلاف نہیں لڑیں گے۔ ظاہر ہے، انہوں نے تو فوج کے خلاف لڑنا ہے اور یہی کہنا ہے کہ تم تو امریکہ کے کرائے کے فوجی ہو، تم نے امریکہ کی جنگ کو افغانستان سے اُٹھا کر پاکستان میں داخل کر لیا۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ امریکہ کی جنگ ہے، یہ ہماری جنگ ہرگز نہیں ہے۔ اگر یہ ہماری جنگ ہوتی تو اِس میں ہم دوسروں سے مدد مانگتے، جبکہ یہاں صورت یہ ہے کہ مدد ہم نے نہیں، امریکہ نے ہم سے مانگی۔ اگر یہ اُن کی جنگ نہ ہوتی تو بُش اور پاول ہم سے مدد نہ مانگتے۔ وہ ہمیں کبھی یہ دھمکی نہ دیتے کہ "You are with us or against us." بہرحال یہ حالات خطرناک اور بہت ہی خطرناک ہیں۔ لیکن جب تک سانس تب تک آس۔ ہمیں تو بہرصورت امید کا دامن تھامے رکھنا ہے۔ ہمیں غلبۂ اسلام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دینی ہے اور یہ طے کرنا ہے کہ ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانعام:162) ”بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا مرنا اللہ کے (دین کے) لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

اسلام کے غلبہ واقامت کا یہ عظیم کام اکیلا فرد انجام نہیں دے سکتا، یہ کام جماعت سے ہوگا۔ اِسی کے لیے ہم نے تنظیم اسلامی قائم کی ہے۔ آپ سے اپیل ہے کہ اس کام میں ہمارے دست و بازو بنئے، ہمارے ساتھی بنئے۔ ہمارے ساتھ مل کر کام کیجئے۔ یہ تنظیم ہمارا base ہے۔ اگر یہ وسیع ہوگا تو پھر ہم اقدام کے مرحلے میں داخل ہوں گے ان شاء اللہ۔ تاہم میں پھر واضح کر دوں کہ ہم کسی خودکش بمبار کا ساتھ دینے کو تیار نہیں۔ یہ کام صحیح نہیں ہے۔ اس سے اسلام غالب نہیں ہوگا۔ ہاں صرف یہ ہوگا کہ آپ تھوڑا سا غصہ نکال دیں گے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو سیرت طیبہ کی کرنوں سے منور فرمائے اور دین حق کے غلبہ کی راہ میں اپنا تن من دھن لگانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

سالانہ اجتماع کے موقع پر

رفقائے تنظیم اسلامی کے نام

ناظمہ علیا تنظیم اسلامی حلقہ خواتین

(اہلیہ محترمہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ) کا

پیغام

جسے اجتماع میں امیر محترم نے پڑھ کر سنایا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ لوگ نظام خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کرنے والی جماعت سے منسلک ہیں۔ یہ جماعت رضائے الٰہی کے جذبہ سے اور خالص نبوی منہج انقلاب پر چلتے ہوئے غلبۂ دین حق کے لیے کوشاں ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ع ”جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے۔“ اس لحاظ سے آپ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔

تنظیم اسلامی کا حلقہ خواتین بھی اب اپنے محرم مردوں سے منسلک کر دیا گیا ہے، جس میں اب نقیبہ بھی صرف اپنے محرم کی معاونہ ہی ہوگی۔ لہٰذا وہ تمام کی تمام دینی ذمہ داریاں جو ایک صالح مسلمان مرد کی حیثیت سے رب کریم نے آپ پر ڈالی ہیں، آج کے حالات اور آج کے معاشرے میں رہتے ہوئے صرف اور صرف آپ کو ادا کرنی ہیں۔ اِس ضمن میں آپ کی رہنمائی کے لیے پورا اُسوۂ رسولؐ موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ جہاں حق و باطل کی مسلسل جنگ میں سپہ سالاری کرتے، کفر کا مقابلہ اور اہل کتاب کی خانہ جنگیوں کو نبٹاتے، وہاں اہل خانہ کی نازک ذمہ داریوں کو بھی بتمام و کمال انجام دیتے تھے۔ دین کا پیغام اسی ”اخلاق حسنہ اور شائستگی“ کے ساتھ دن رات گھر کی چار دیواری میں بھی سکھایا جا رہا تھا جیسے گھر سے باہر۔ پس اسی رہنمائی میں اپنے رب کریم سے بھرپور مدد مانگتے ہوئے اب آپ کے ذمے بہت بھاری مگر اولین اہمیت کی حامل یہ ذمہ داری ہے کہ اُس نظام خلافت کو پہلے اپنی چھوٹی سی ریاست — اپنے گھر — میں قائم کریں، جس کا حکم سورۃ التحریم کی آیت ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا﴾ میں دیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر تنظیم کے افراد کی اپنی گھروں میں اقامت دین کے سلسلے میں حالت بہت تشویش ناک ہے۔ خواتین کا تعاون کرنا نہ کرنا اپنی جگہ، پوچھ تو بہرحال مردوں سے ہوگی۔

تنظیم اسلامی کے امیر محترم اور دیگر ذمہ دار افراد سے بھی درخواست ہے کہ ایسا ماہانہ رپورٹ فارم بنایا جائے، جس میں ”نظام خلافت کا قیام پہلے اپنے گھر میں“ کو بنیادی فکر بنایا جائے اور اس سلسلے میں کڑا محاسبہ ہو کہ آیا ہم اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو وہ ماحول اور تربیت دے رہے ہیں، جہاں سے نظام خلافت کا وہ بنیادی یونٹ تیار ہو جسے کل پورے خطۂ ارض میں اس شرعی نظام کو متعارف کروانا ہے۔

تمام رفقائے تنظیم اسلامی اپنے گھروں میں نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک ﴿خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ﴾ (ترمذی) پر عمل کریں۔ گھروں کے اندر سے ہر وہ چیز نکال کر باہر پھینکیں جو ہمارے بچوں کے اخلاق، حیا اور ایمان کے لیے خطرناک ہے۔

خواتین کی طرف سے جو بھی گزارشات آئیں خدا کے لیے اُن کو پہلے کی طرح نظر انداز نہ کریں بلکہ اُن کو عملی جامہ پہنائیں۔

اسلام تدریجاً جمہوری عمل سے نہیں، انقلاب سے آئے گا!

سود کے خاتمہ کے لیے موجودہ اقتصادی نظام کو تہہ و بالا کرنا ہوگا

کیا پاکستان سردار پٹیل کی دین ہے؟

نئی دہلی سے حکیم ظل الرحمٰن کا مکتوب اور مدیر ندائے خلافت کا جواب

گزشتہ دنوں مدیر ندائے خلافت کو نئی دہلی انڈیا سے ندائے خلافت کے قاری حکیم ظل الرحمٰن کا مکتوب موصول ہوا۔ مکتوب نگار نے اپنے تفصیلی خط میں اس بات سے شدید اختلاف کیا ہے، جس کا ذکر ندائے خلافت میں اکثر ہوتا ہے کہ پاکستان ہندو کی شدید مخالفت کے باوجود قائم ہوا، اور یہ کہ یہ مملکت خداداد ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے تقسیم ہند، پاکستان میں قیام خلافت، اسلامائزیشن کے طریقہ کار، سودی معیشت کے انسداد، پردہ اور اسلامی ریاست میں ذمیوں کی حیثیت جیسے مباحث پر بھی اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ مکتوب نگار کے خیالات کے جواب میں مدیر ندائے خلافت نے اپنے جوابی خط میں تفصیل سے ادارہ کا نقطہ نظر واضح کیا ہے۔ ذیل میں قارئین کے مطالعے کے لیے یہ دونوں خطوط شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

①

مکرم جناب ایڈیٹر صاحب ندائے خلافت لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ترغیب قیام خلافت اسلامیہ در پاکستان اور پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے موضوع پر آپ کے جریدے میں اکثر و بیشتر مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ایک اور موضوع آپ کے یہاں ہندو دشمنی اور ہندوستان کے ازلی دشمن ہونے کا ہے۔ 19 ستمبر 2011ء کے شمارے کے صفحہ 3 پر تحریر ہے ''ہندو کی شدید مخالفت کے باوجود اللہ نے ہمیں ایک آزاد ملک عطا کیا۔'' محترم خداداد تو ہر شے ہے لیکن اس کا شمار توسط کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ تصور آپ کے یہاں کس طرح پیدا ہوگیا ہے کہ پاکستان ہندو کی مخالفت کے باوجود بنا۔

آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کا تصور علامہ اقبال کا تھا، جناح صاحب کا نہیں تھا۔ جناح صاحب تو متحدہ ہندوستان ہی میں مسلمان تہذیب اور تحفظ اسلام کی ضمانت چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کیبنٹ مشن پلان کی مسلم لیگ سے منظوری حاصل کر لی تھی اور جس کی منظوری خود کانگریس نے بھی دے دی تھی (ملاحظہ فرمائیں کانجی دوار کا داس کی کتاب ''محمد علی جناح''، اور ''مولانا آزاد کی انڈیا ونس فریڈم'')

ایک علیحدہ مسلمان سلطنت کا تصور اصلاً بال گنگا دھر تلک، راجہ رام موہن رائے کا تھا، جس کی نمائندگی 1942ء کے بعد سردار پٹیل کر رہے تھے۔ صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے قبل یہاں برہمن اقتدار اعلیٰ نافذ العمل تھا، جس کے نتیجہ میں ملک کی آبادی کا ایک حصہ شودر شمار ہوتا تھا اور برہمن برہما (خدا) کا نمائندہ شمار ہوتا تھا، جس کا حکم حکم الٰہی مانا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی آمد نے اس تصور کو توڑا اور مساوات انسانی اور اخوت کا سبق دنیا کو دیا، جس کے نتیجہ میں یہاں اسلام نے قبول عام حاصل کیا۔ لیکن برہمن نے شکست تسلیم نہیں کی اور وہ برابر اس کوشش میں رہا کہ مسلمان سماجی طور پر ہندو قوم پر اثر انداز نہ ہوں۔ 1930ء تک مسلمان اس ملک کے بعض خطوں میں اکثریت میں تھے اور بقیہ حصوں میں بھی وہ ایک سماجی وزن رکھتے تھے۔ برہمن یہ سمجھتے تھے کہ جب تک مسلمان اس ملک میں ایک تہائی تعداد میں رہیں گے، وہ کبھی بھی برہمن اقتدار اعلیٰ کو عملی شکل نہیں دے سکیں گے۔ لہٰذا ان کو ملک کا ایک اکثریتی حصہ دے کر انہیں ہندوستان میں ایک کمزور اقلیت بنا دیا جائے جو غیر مسلموں کے رحم و کرم پر اپنی زندگی گزارنے پر مجبور ہو۔

سردار پٹیل اس برہمن طبقے کے نمائندہ تھے لیکن ان کا اثر کانگریس میں جواہر لال سے زیادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ 1930ء میں موتی لال نہرو رپورٹ نے مسلمانوں کو دینی اور تہذیبی تحفظ دینے سے انکار کیا۔ جناح صاحب خود ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اور 1930ء تک کانگریس کے ہمنوا رہے، لیکن حالات نے انہیں سمجھا دیا کہ کانگریس میں سیکولر طبقہ ایک کمزور طبقہ ہے، جس کی وجہ سے 1942ء میں مسلم لیگ نے مطالبۂ پاکستان پیش کیا۔ مطالبات ہمیشہ بڑھ چڑھ کر پیش ہوا کرتے ہیں، تاکہ دوسرا فریق کم از کم منصفانہ حد تک کے مطالبات تو تسلیم کرے۔

سردار پٹیل کا اثر کانگریس میں جواہر لال نہرو سے زیادہ تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گاندھی جی جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ملک کی تقسیم ان کی لاش پر سے گزر کر ہی ممکن ہے سردار پٹیل کے کہنے پر تقسیم کے لیے راضی ہوگئے، ورنہ مسلم لیگ کیبنٹ مشن کو منظوری دے چکی تھی، کانگریس بھی منظور دی چکی تھی مگر جواہر لال کے بمبئی کے ایک بیان نے اسے سبوتاژ کر دیا اور مسلم لیگ اپنی منظوری واپس لینے پر مجبور ہوگئی۔ اس کے بعد تقسیم کا مسئلہ لے آیا گیا۔ سردار پٹیل نے اصرار کیا کہ پنجاب اور بنگال بھی تقسیم ہوں گے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اس تقسیم میں بہت بڑا رول ادا کیا۔ لہٰذا موجودہ پاکستان سردار پٹیل کی دین ہے۔ یہ اور بات ہے کہ شر میں خیر کا پہلو نکلا ورنہ ہندو مسلمان ہمیشہ لڑتے ہی رہتے، کیونکہ برہمن اپنی سماجی حکمرانی سے دستبردار ہونے کو آج بھی تیار نہیں ہے اور مسلمانوں کے لیے اپنے تہذیبی تحفظ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

صحیح بات یہ تھی کہ آخر وقت میں مولانا آزاد ایک بے اختیار چیز بن کر رہ گئے تھے اور خود جواہر لال کانگریس میں سردار پٹیل کے اثرات سے خائف تھے۔ لہٰذا یہ یقین فرمالیں کہ ہندو فرقہ پرستوں نے یہ پاکستان محب علی میں نہ دے کر بعض معاویہ میں دیا ہے۔

پاکستان سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے ہندوستان دشمنی کو محسوس کرتے ہوئے اپنا تحفظ امریکہ کے دامن پناہ میں جانے میں سمجھا۔ اگر اس وقت وہ بھی روس ہی سے اپنے مفادات کا تحفظ چاہ لیتا تو ہندوستان دشمنی بے اثر ہو جاتی۔ روس نے ہندوستان کی تعمیر میں بہت بڑا رول ادا کیا ہے۔ اگر وہ ایسا کر لیتا تو اسے صرف اپنا دینی تحفظ کمیونزم کے مقابلے میں کرنا پڑتا، جسے وہ تبلیغ اسلام کے ذریعہ کر لیتا اور بہت حد تک اپنے معاشرہ کو اسلامی رنگ دے سکتا تھا لیکن ہندوستان دشمنی کے نتیجہ میں اسے کیا ملا۔ ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ یہ صرف وہاں کے سیاستدانوں کا نتیجہ تھا جو بیشتر انگریزی حکومت کے ملازم رہ چکے تھے اور ان کے پس پشت زمیندار اور جاگیردار طبقہ تھا۔ پبلک میں صرف لیاقت علی صاحب تھے جو حالات کو بہتر سمجھ سکتے تھے۔ کشمیر جو آج تک ہندو پاک دشمنی کی اہم بنیاد ہے، ایک بار جواہر لال نے ایوب خاں کو تجویز دی تھی کہ موجودہ کنٹرول لائن ہی کو بین الاقوامی سرحد تسلیم کر لیا جائے، جس کو ایوب خاں نے مسترد کر دیا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، اور آج تک دشمنی برقرار ہے۔

اب آپ کا دوسرا موضوع ہے قیام خلافت۔ اس ضمن میں آپ کی نظر اُن حدیثوں پر رہنی چاہیے۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ

خلافت علی منہاج النبوۃ صرف تیس سال ہے اس کے بعد امارت آ جائے گی۔

دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام ؓ ایسے بابرکت زمانے میں تھے کہ اگر اُن میں سے کوئی آدمی دینی احکام کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دیتا تو ہلاک ہو جاتا — جبکہ قرب قیامت میں گناہوں کی کثرت کی بنا پر آدمی اسلام کے دسویں حصے کی بھی پابندی کرے گا تو نجات پا جائے گا۔

اب آپ جواہر لال کی شخصیت پر نظر ڈالیے۔ مزاجاً وہ سوشلسٹ تھے اور روسی انقلاب سے بے حد متاثر تھے، لیکن جب ہندوستان کا دستور بنا تو انہوں نے Capitalist system کی پارلیمانی جمہوریت کو Socialistic pattern کا رنگ دیا، من وعن سوشلزم کو قبول نہیں کیا، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ آج دنیا میں جمہوریت عوام کسی جگہ بھی نہیں ہے، سیاسی جماعتی گروہیت ہے۔ لہٰذا آپ کے لیے بھی یہی راستہ کھلا ہے اور وہ ہے Gradual Islamic Patternisation Through Parliamentry Democracy

اسلامی ممالک نے آج جو صورت حال اختیار کر لی ہے وہ شیعہ سنی اختلافات تو درکنار بمبئی کی بعض مساجد پر بورڈ آویزاں ہیں کہ یہاں دیوبندی مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ کل تک جو صرف مکاتب فکر تھے، آج وہ دین کی دکانیں بن چکی ہیں اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر کر رہے ہیں۔

Gradual Islamic Patternisation میں سزائیں بتدریج نافذ العمل ہونی چاہئیں۔ لیکن سزا کا موجودہ اصلاحی تصور آج ناکام ہے۔ ہماری جیلیں جرائم کی تربیت گاہیں ہیں۔ لہٰذا فلسفۂ سزا دوسروں کے لیے عبرت ہونا چاہیے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا غربت کے اختتام پر ہی مناسب ہے البتہ زنا، اغلام بازی اور فحاشی کی سزائیں سخت ہونی چاہئیں، کیونکہ یہ معاشرہ کے اخلاق پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ اصول ہی غلط ہے کہ ایک معصوم کے بچانے کے لیے 99 مجرموں کو چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دینا چاہیے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر 99 مجرموں کو سزا دینے میں کسی ایک معصوم کو بھی سزا مل جائے تو عدلیہ کا یہ رویہ قابل معافی ہے۔

دوسرا مرحلہ فحاشی پر روک کا ہے۔ کوئی مرد اور عورت ایسا لباس نہ پہنے جو حیا کو دور کرتا ہو۔ مخلوط ذریعہ تعلیم سوائے میڈیکل سسٹم کے ختم ہو جانا چاہیے۔ دونوں جنس کے تعلیمی ادارے علیحدہ علیحدہ ہوں۔

برقعہ کے سلسلے میں یہ ذہن نشین رہے کہ موجودہ برقعہ اسلامی پردہ نہیں ہے، ہمارا جاگیردارانہ پردہ ہے۔ اسلام میں چہرہ، ہاتھ اور پیر کھولنے کی اجازت ہے۔ عورتوں کو ملازمت کی اجازت مخصوص شعبہ جات مثلاً تعلیم، ہسپتال وغیرہ ہی میں دی جانی مناسب ہے۔ مجبور حالات میں استثنائی صورتوں کی بھی اجازت دی جا سکتی ہے۔ مجبور بیواؤں کی کفالت حکومت کی ذمہ داری ہو۔

ایک بہت اہم مسئلہ سود کا ہے۔ سود شرعاً حرام ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ لیکن اس کا یک لخت ختم کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ موجودہ بینکنگ کا متبادل دنیا تلاش کر رہی ہے، مگر ہنوز ناکام ہے۔ موجودہ بینکنگ کے افعال کے دو حصے ہیں:

1۔ معاشرہ کے افراد کی ذاتی ضرورتوں کے لیے قرضوں کی فراہمی۔
2۔ صنعتی ڈویلپمنٹ کے لیے قرضوں کی فراہمی۔

پہلی ضرورتوں کا متبادل تو حکومتی اداروں کے لیے آسان ہے، مگر دوسرے حصہ میں ایک ایک انڈسٹری کو کروڑوں روپیہ قرض کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف کاروبار وسیع ہوتا ہے بلکہ روزگار بھی وسیع ہوتا ہے اور اس کا سود بہت آسانی سے منافع سے ہی دیا جاتا ہے، کسی فرد پر اس کا ذاتی بار نہیں ہوتا۔ یہ انڈسٹری اخراجات میں شمار ہوتا ہے۔ مزید برآں سود قرض کی اقساط کی بروقت واپسی کا ضامن ہوتا ہے۔ سود قرض دہندہ اداروں کے اخراجات کا کفیل ہوتا ہے اور کرنسی کی گرتی ہوئی قدر و قیمت میں اصل سرمایہ کی قدر و قیمت کے تحفظ کا بہت حد تک رول ادا کرتا ہے۔

بلاشبہ اسلام میں سود حرام ہے اور ہماری نیت اور منزل مقصود اس کے ختم کرنے کی ہمہ وقت رہنی چاہیے، مگر اس کے اختتام سے قبل اس کی متبادل صورت تلاش کرنا ہوگی۔ آج انڈسٹریز کو کروڑوں روپیہ سرمایہ جاریہ کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی بنا پر توسیع کاروبار اور توسیع روزگار ممکن ہوتا ہے۔ حصص کی فروخت سے اس قدر سرمایہ جاریہ کا حصول ممکن نہیں ہوتا ہے۔ حکومتی ادارے صرف Capital goods کے لیے ہی قرضہ دیتے ہیں، سرمایہ جاریہ کے لیے نہیں۔ ایسی صورت میں سودی بینکنگ کو Gradual Minimisation کے طور پر ہی ختم کرنا چاہیے۔ آپ مضاربت کی بات کہہ سکتے ہیں لیکن آج کی کاروباری بدعنوانیاں مضاربت کے تجربہ کو کامیاب نہیں ہونے دیتیں۔ %75 بیلنس شیٹ غیر حقیقی ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے Shares کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ مجھے معلوم ہے دہلی کی ایک انڈسٹری میں ایک وقت میں دس روپیہ کے شیئر کی قیمت 60 روپیہ تھی اور ایک وقت آیا کہ اس کی قیمت صرف دو روپیہ رہ گئی۔ اسباب و علل کی تفصیل کا موقع یہاں نہیں ہے۔

البتہ سماجی اور انفرادی قرضوں کے لیے حکومت بلاسود ادارے خود قائم کر سکتی ہے اور ان کے اخراجات کی کفالت کر سکتی ہے۔ اب بھی حکومت بہت سے ترقیاتی

قرضوں پر سود کے نقصان کی تلافی کے لیے Subsidy ادا کرتی ہے۔ یہ صورت سماجی اور ذاتی قرضوں پر بھی کی جاسکتی ہے۔

آخری چیز یعنی جناح صاحب کے بیان 1947ء سے جو مطلب آپ (یعنی پاکستان کے سیکولر دانشوروں) نے نکالا ہے وہ درست نہیں ہے، انہیں پاکستان کے نظام کے حکومت کے موضوع پر اظہار رائے کا وقت اور موقع ہی نہیں ملا۔ اس بیان کا مفہوم اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ پاکستان کا ہر شہری بلا امتیاز مذہب و ملت برابر کا شہری ہے اور برابر حقوق کا مستحق ہے اور اس میں غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے اور اس کی ہدایت خود اسلام نے ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۝﴾ کہہ کر کردی ہے۔

جزیہ کا آج کا تصور نامناسب ہے۔ سلطنت کے کرمنل قوانین میں کسی کو بھی کوئی استثنا نہیں دیا جاسکتا، البتہ سول معاملات ان کے مذہب کے مطابق طے ہونے چاہئیں۔ رسول اکرم ﷺ یہودیوں کے معاملات توریت کے مطابق طے کیا کرتے تھے۔

مزید برآں آپ کے غیر مسلم مسلمانوں کے پڑوسی ہیں۔ اسلام پڑوسیوں کے حقوق بلاامتیاز مذہب و ملت ادا کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی مسلمانوں پر غیر مسلموں کا تہذیبی اور مذہبی تحفظ فرض ہو جاتا ہے۔ غور فرمائیں، جب آپ خود اسلام کا نمونہ بن کر ان پر اسلامی اخلاق کا نمونہ پیش کریں گے تبھی تو ان کو قبول اسلام کی توفیق ہوسکے گی اور وہ اسلامی تعلیمات کی حقیقت سے واقف ہوسکیں گے اور اس کے لیے پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی بہترین ذریعہ ہے۔

میرا یہ مضمون ممکن ہے کہ آپ کے معیار پر پورا نہ اترتا ہو، مگر صحافتی تقاضا یہ ہے کہ آپ اسے ندائے خلافت میں شائع فرمائیں۔ مضمون کی وصولیابی سے اگر بذریعہ پوسٹ کارڈ مطلع فرمادیں تو ممنون ہوں گا۔

والسلام

نیاز مند

حکیم ظل الرحمٰن

(2)

مکرم ومحترم حکیم ظل الرحمٰن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا یکم اکتوبر کا لکھا ہوا خط 21 اکتوبر کو موصول ہوا۔ اس بات کی خوشی اور حوصلہ افزائی ہوئی کہ آپ تنظیم اسلامی کے ہفت روزہ جریدہ ندائے خلافت کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ آپ نے درست فرمایا کہ اس جریدے میں پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے حوالہ سے مضامین شائع کیے جاتے ہیں، اس لیے کہ تنظیم اسلامی قائم ہی اس لیے کی گئی تھی کہ پہلے پاکستان میں اور بعدازاں عالمی سطح پر اقامت دین کے لیے جدوجہد کرے۔ آپ نے یہ بھی درست فرمایا کہ اس جریدے میں ایسے مضامین کثیر تعداد میں شائع ہوتے ہیں جن میں ہندوؤں کی مسلم اور پاکستان دشمنی کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔ اس حوالے سے آپ نے جو اعتراضات کی صورت میں نکات اُٹھائے ہیں اُن کا نکتہ بہ نکتہ جواب دینے کی کوشش کروں گا، اگرچہ ایسی صورت میں تحریر میں ربط رکھنا خاصا دشوار ہوگا۔

آپ نے 19 ستمبر 2011ء کے شمارے کا حوالہ دیا ہے جس کے صفحہ 3 پر تحریر ہے کہ ہندوؤں کی شدید مخالفت کے باوجود اللہ نے ہمیں ایک آزاد ملک عطا کیا۔ جسے پاکستان کے اکثر و بیشتر قلم کار ''مملکت خداداد'' کہتے ہیں۔ آپ کا یہ اعتراض کہ خداداد تو ہر شے ہوتی ہے، اصل بات توسط کی ہوتی ہے۔ اس بات کو درست تسلیم کرتے ہوئے بھی آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جس شے کے وجود میں آنے یا ہونے کے امکانات انتہائی معدوم ہوں اور زمینی حقائق بالکل برعکس ہوں، منفی قوتیں انتہائی زور آور اور زبردست ہوں، وہ شے جب زمینی حقائق کو شکست دے کر وجود میں آجاتی ہے تو اصلاً وہ ''خداداد'' کہلانے کی حقدار ہوتی ہے۔ محترم! ہندو کی مخالفت کے باوجود پاکستان بننے کا تصور اس لیے پیدا ہوا کہ برصغیر کے ہندو نے اپنے طرزعمل سے اس حوالہ سے ہمیں لاتعداد اور ان گنت تاریخی شواہد فراہم کیے۔

ہم بھی سمجھتے ہیں کہ علامہ اقبال مصور پاکستان تھے بلکہ ہم اُنہیں مبشر پاکستان بھی کہتے ہیں اور قائداعظم محمد علی جناح معمار پاکستان تھے۔ جہاں تک آپ کی اس بات کا تعلق ہے کہ قائداعظم متحدہ ہندوستان ہی میں مسلمان تہذیب اور تحفظ اسلام کی ضمانت چاہتے تھے اور کیبنٹ مشن کو اُنہوں نے اسی وجہ سے مسلم لیگ سے منظور کروالیا تھا اور کانگریس بھی اس کی منظوری دے چکی تھی، اس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں اُس فضا اور ماحول میں جانا ہوگا اور اُن حالات کو سمجھنا ہوگا جب کیبنٹ مشن کی کڑوی گولی مسلمانوں کے اس عظیم رہنما قائداعظم کو نگلنی پڑی تھی اور جونہی اُنہیں موقع میسر آیا اُنہوں نے یہ کڑوی گولی اُگل بھی دی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریز محسوس کررہا تھا کہ ہندوستان میں اُس کی مزید موجودگی سلطنت برطانیہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوگی۔ وہ جلد ازجلد اس کمبل سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ اور وہ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں کو یہ عندیہ دے چکا تھا کہ اگر اُنہوں نے جلد کوئی فیصلہ نہ کیا تو وہ بغیر کسی فیصلے کے uniletraly برصغیر سے نکل جائے گا۔ قائداعظم جنہوں نے کانگرس میں رہ کر ہندو ذہنیت کو قریب سے جانچا تھا، جان چکے تھے کہ گائے کو ماتا کا درجہ دینے والا اور رام کے خوف سے سانپ کو ضرر نہ پہنچانے والا ہندو مسلمان کا خون پی لینے سے گریز نہیں کرے گا۔ وہ مسلمانوں کو برصغیر سے نیست ونابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا۔ لہٰذا وہ سہ جماعتی مذاکرات میں اتنا rigid موقف اختیار نہیں کرنا چاہتے تھے کہ انگریز بغیر کسی فیصلے کے چلا جائے اور مسلمان ہندو کے رحم وکرم پر رہ جائیں جو اکثریت میں بھی ہیں، وسائل میں بھی مسلمانوں سے کئی سوگنا زیادہ ہیں اور انگریز کی پشت پناہی بھی اُنہیں حاصل ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ کیبنٹ مشن کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال بعد جو یونٹ چاہے گا علیحدگی اختیار کرسکے گا۔ پنڈت نہرو جنہیں اُن کی اپنی بیٹی اندرا گاندھی بھی رموز سیاست سے ناآشنا سمجھتی تھی۔ جس کا اظہار محترمہ نے بڑے خوبصورت اور محبت آمیز انداز میں اپنے دورحکومت میں ایک بیان کے ذریعے کیا تھا۔ فرماتی ہیں ''باپو تو صوفی تھے''۔ اس پنڈت نہرو کے دل کا کھوٹ زبان پر آگیا اور اُس نے کہہ دیا: ''کون علیحدہ ہونے دے گا دس سال بعد'' قائداعظم جن کی حکمت اور فراست کا لوہا دنیا مانتی ہے انہوں نے فوری طور پر کیبنٹ مشن سے لاتعلقی کا اعلان کردیا۔ اس سے ایک طرف انگریز کو یہ تاثر ملا کہ

قائداعظم rigid نہیں ہیں اور دوسری طرف کانگریسی لیڈروں پر منحرف ہونے کا دھبہ بھی لگ گیا۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ اگر کانگریس منحرف نہ ہوتی تو قول کے پکے جناح کبھی منحرف نہ ہوتے چاہے جو نتیجہ بھی برآمد ہوتا۔ پنڈت نہرو کی یاوا گوئی کو بھی میں غیبی مدد سمجھتا ہوں۔ اِس دوران تحریک پاکستان اِس قدر شدت اختیار کرچکی تھی کہ ہندوؤں کے لیے پاکستان کے خلاف مزید مزاحمت دشوار ہورہی تھی۔

محترم ظل الرحمٰن صاحب! ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ ''آزاد اور خود مختار پاکستان کا تصور علامہ اقبال کا تھا'' اور چند سطروں کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ ''ایک علیحدہ مسلم ریاست کا تصور بال گنگادھر تلک اور راجہ رام موہن رائے کا تھا''۔ راجہ رام موہن رائے ہندوؤں میں یقیناً ایک منفرد شخصیت تھی۔ وہ معتدل مزاج شخص تھا اور مسلمانوں کے اِس مطالبے یعنی آزاد اور خود مختار ملک کو جائز سمجھتا تھا جس کا اُس نے بہت سے مواقع پر اظہار بھی کیا۔ حقیقت میں علامہ اقبال کو مصور پاکستان کی حیثیت اور مقام حاصل ہے۔

حضرت، آپ نے یہ کہہ کر کہ موجودہ پاکستان سردار پٹیل کی دین ہے، مسلمانانِ پاکستان کے سینے میں ایسا تیر مارا ہے، جس کا گھاؤ شاید کبھی مندمل نہ ہوسکے۔ البتہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مسلمانوں نے پاکستان کی راہ ہندوؤں کے رویے اور طرزِ عمل سے اختیار کی تھی۔

آپ اپنی تحریر میں تسلیم کرتے ہیں کہ گاندھی نے کہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا۔ گاندھی صاحب جن کا پورا نام شاید موہن داس گاندھی تھا کون تھے، اُن کی ہندوؤں میں کیا حیثیت تھی، اُن کا کیا مقام تھا؟ سب جانتے ہیں کہ قانونی طور پر تو وہ کانگرس کے چار آنے والے رکن بھی نہ تھے لیکن کیا کانگرس اُن کی جیب میں نہ تھی، کیا وہ ہندوؤں کے عظیم ترین رہنما نہیں تھے اور جب وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا تو کیا یہ ہندوؤں کی عظیم اکثریت کی سوچ کی نمائندگی نہیں تھی۔ کیا برصغیر کا ہندو یہ طے نہیں کرچکا تھا کہ پاکستان اُن سب کی لاش پر بنے گا۔ اِسی لیے جب کانگرس کا سہ رکنی وفد جس میں سردار پٹیل اور پنڈت نہرو بھی شامل تھے، سہ جماعتی مذاکرات میں پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو وہ آپس میں جھگڑتے ہیں کہ اِس فیصلے کی اطلاع باپو (مہاتما گاندھی) کو کون کرے گا۔ اِس لیے کہ اگر باپو اِس فیصلے کو ویٹو کردیتے ہیں یعنی ہندو عوام کے سامنے یہ اعلان کردیتے ہیں کہ یہ فیصلہ میری مرضی کے خلاف ہوا ہے تو پنڈت نہرو اور سردار پٹیل جیسے لیڈر اُس سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ جاتے۔ اِس لیے کہ 'پاکستان میری لاش پر بنے گا' اجتماعی ہندو سوچ تھی، جس کی نمائندگی باپو کررہے تھے۔ لیکن باپو گاندھی ایک سمجھدار سیاست دان تھے۔ وہ جان چکے تھے کہ تحریک پاکستان کے راستے میں اب مزید دیوار نہیں بنا جاسکتا اور ایسا کرنا ہندوستان میں ایک ایسے خونی کھیل کا آغاز کردے گا جس کا نتیجہ کسی کو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا۔ آپ نے جو پاکستان کو سردار پٹیل کی دین کہا ہے، معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ میں اِسے ایک مضحکہ خیز خبر کہنے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ ایک تاریخی واقعہ شاید آپ نے سنا ہو، جسے دہرا دیتا ہوں۔ ایک موقع پر مذاکرات کے دوران جب موصوف یعنی سردار پٹیل مسلم دشمنی میں اندھا دھند بولے جارہے تھے تو ہمارے سردار عبدالرب نشتر جو مسلم لیگ کے اہم رکن ہونے کے باوجود سیاست دان نہیں بلکہ مجاہدانہ طبیعت رکھتے تھے، اُن سے سردار پٹیل کی مسلم اور پاکستان دشمنی برداشت نہ ہوسکی اور انہوں نے سردار پٹیل کو ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کردیا۔ میں اُن کے اس فعل کی تحسین نہیں کررہا بلکہ اِسے منفی عمل قرار دیتا ہوں۔ حقیقت میں سردار عبدالرب نشتر ایک نہایت نیک، متقی، پرہیزگار انسان تھے، لیکن سیاست اُن کا میدان نہیں تھا۔

محترم، آپ فرماتے ہیں کہ ''قائداعظم ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے لیکن حالات نے اُنہیں سمجھا دیا کہ کانگرس میں سیکولر طبقہ کمزور تھا'' گویا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ کانگرس پر ہندو مذہبی جنونیوں کا قبضہ تھا، پھر بھی آپ اس بات کے انکاری ہیں کہ ہندو قیامِ پاکستان کے راستے میں حائل نہیں تھا۔

آپ کی یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ 1942ء میں مسلم لیگ نے مطالبہ پاکستان پیش کردیا۔ یہ بات تاریخ میں متنازعہ ہے کہ مسلم لیگ نے جماعتی سطح پر پاکستان کا مطالبہ باقاعدہ طور پر کب پیش کیا، کیونکہ قراردادِ لاہور جسے ہندو پریس نے طنزاً قراردادِ پاکستان کہا اور اس حوالہ سے مسلمانوں پر دل بھر کر کیچڑ اچھالا، اُس قرارداد میں پاکستان کا نام ہی نہ تھا اور کسی آزاد مسلم ریاست کے نہیں بلکہ muslim states کے الفاظ تھے۔

محترم، اصل اہمیت پاکستان کے مطالبے کی تاریخ کی نہیں ہے بلکہ اُس راہ اور اُن حالات کی ہے جن سے گزرتے ہوئے مسلمانانِ ہند پاکستان کے مطالبے تک پہنچے۔ پاکستان میں اکثر تجزیہ نگاروں اور تاریخ پر نگاہ رکھنے والوں کی رائے یہ ہے کہ 1946ء کے انتخابات میں مسلمانوں کی نشستوں پر مسلم لیگ کا سویپ کرنا درحقیقت قیامِ پاکستان کو ممکن بناتا تھا۔ اِن انتخابات کے نتائج نے راستے کی تمام رکاوٹیں دور کردیں۔ میں اِس خیال سے اِس حد تک اتفاق کرتا ہوں کہ 1946ء کے انتخابات نے قیام پاکستان پر مہر تصدیق ثبت کردی، لیکن یہ آپ پر واضح کرنا ازحد ضروری ہے کہ ان انتخابات میں مسلم لیگ مسلم نشستوں پر کیوں اور کیسے کامیاب ہوئی، جبکہ 1936ء کے انتخابات میں اُس کی کارکردگی صفر تھی۔ 1936ء میں ہندوستان کل گیارہ صوبوں پر مشتمل تھا۔ انتخابات کے نتیجہ میں تمام صوبوں میں کانگریس نے حکومت بنائی۔ اِن حکومتوں کی کارکردگی، اِن کے مسلمانوں سے رویے بلکہ صحیح تر الفاظ میں اِن کے مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم نے برصغیر کے مسلمانوں کو پاکستان کی راہ دکھائی۔ مسلمان جان گئے تھے کہ جمہوری دور میں اگر ہم ہندوستان میں ہندو کے ساتھ مل کر زندگی گزارنا گوارا کرلیا، تو ہندو کی زیادتیوں سے نہ بچ سکیں گے۔ کیونکہ اکثریت کی بنا پر ہندو حاکم ہوگا اور مسلمان کے لیے ہندو سے زیادہ ظالم کوئی حکمران نہیں ہوگا۔ یہ بات 1936ء کے انتخابات کے نتیجہ میں بننے والی کانگریسی صوبائی حکومتوں کے رویہ نے ثابت کردی تھی۔

آپ کی تحریر سے یہ بات آسانی سے اخذ کی جاسکتی ہے کہ آپ گاندھی اور سردار پٹیل میں یہ فرق کرتے ہیں کہ گاندھی مسلمانوں کو اقلیت کی حیثیت سے ساتھ رکھنا چاہتا تھا، جبکہ پٹیل مسلمانوں کو اپنے سے کاٹ کر الگ کرکے ایک ہندو ریاست قائم کرنا چاہتا تھا۔ میری رائے میں فرق یہ ہے کہ وہ ایک ہزار سالہ غلامی جو ہندو نے ہندوستان میں مسلمانوں کی کی تھی گاندھی اُس کا بدلہ مسلمانوں کو غلام بنا کر لینا چاہتا تھا اور انہیں زندہ دیکھنا چاہتا تھا اور یہ سوچ کوئی ایسی غیر فطری بھی نہ تھی۔ جبکہ سردار پٹیل مسلمانوں کو برصغیر سے نیست و نابود کرنا چاہتا تھا۔ یہاں یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ برصغیر کے مسلمان حکمران چاہے لودھی یا مغل تھے یا کوئی اور تھے، وہ ذاتی کردار کے جیسے بھی تھے اور یقیناً اُن کی اکثریت مثالی کردار کی حامل نہ تھی، لیکن اُنہوں نے ''لا اکراہ فی

الدین" کے قرآنی اصول پر سختی سے عمل کیا، وگرنہ مغل حکومت کے خاتمے سے پہلے ہندوستان میں دس بیس فیصد سے زاید ہندو نہ ہوتے۔

جہاں تک آپ کی اِس بات کا تعلق ہے کہ "برہمن کی یہ خواہش تھی کہ مسلمان کی تعداد ایک تہائی سے کم کر کے برہمن راج قائم کیا جاسکتا ہے" میری رائے میں اُس وقت کا برہمن اتنا احمق نہیں تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ہی سیکولر جمہوریت بطور نظامِ حکومت اس قدر قوی نظریہ بن چکا تھا کہ اُس کی مخالفت میں کوئی سفر ممکن نہ تھا۔ لیکن بفرضِ محال آپ کے اِس نظریہ کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو کیا پاکستان بننے اور مسلمانوں کے تقسیم ہونے کے باوجود ہندوستان میں برہمن راج قائم ہوسکا اور آج بھارت میں مسلمانوں کی تعداد پاکستان کے مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اِسی لیے تقسیم کے چند سخت سالوں کے بعد بھارت کا مسلمان ایک بار پھر ایسی پوزیشن میں آچکا ہے کہ اُسے ڈکار لینا ہندوا کثریت کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

پاکستان کا امریکہ کی گود میں چلا جانا اور اُس کا آج اِس حالت کو جا پہنچنا اس کے خارجی سے، داخلی عوامل زیادہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو سوویت یونین اور امریکہ دو عالمی قوتیں تھیں۔ سوویت یونین کی پہچان کیمونزم کی وجہ سے خدا دشمن قوت کے طور پر تھی۔ امریکن عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، خدا اور انبیاء کو مانتے ہیں۔ اسلام کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ خدا دشمن قوت سے مراسم پیدا کرتی۔ لہٰذا دوسری عالمی قوت امریکہ سے تعلقات استوار کیے گئے۔ لیکن اصل بڑی اور انتہائی خوفناک غلطی بعد میں آنے والے پاکستانی حکمرانوں سے یہ ہوئی کہ بجائے اِس کے دو ممالک کے درمیان اپنے ملک کے مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے برابری کی سطح پر تعلقات قائم کرتے، انہوں نے ذاتی لالچ اور اقتدار کی ہوس میں اِن تعلقات کو غلامی اور زبردستی میں تبدیل کرلیا خصوصاً فوجی حکمران جنہیں عوامی تائید حاصل نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے امریکی سہارے پر حکومت کی اور پاکستانی عوام کو امریکی غلامی میں دے دیا۔ آج ہم اُس کی سزا بھگت رہے ہیں، لیکن اِس میں معمار پاکستان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ ایک اچھی شے کو اگر استعمال کرنے والے تباہ و برباد کردیں تو معمار کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ فوجی حکمرانوں نے بھارت کا ہوّا اِسی لیے کھڑا کیے رکھا اور عوام کے سامنے نیشنل سیکیورٹی کو ایک مسئلہ بنائے رکھا۔ لیکن اِس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بھارت کے حکمرانوں کا رویہ پاکستان کے حوالے سے ایک لحہ کے لیے بھی مثبت رہا۔ انہوں نے شروع ہی میں انگریز سے ساز باز کر کے مسلمان اکثریتی ضلع گورداس پور ناجائز طور پر حاصل کر کے مسئلہ کشمیر پیدا کیا۔ اگر گورداس پور تقسیم کے بنیادی اصول کے تحت پاکستان کو ملتا تو کشمیر کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوتا۔ پھر بھارت نے پاکستان کے اثاثہ جات پر ناجائز قبضہ جمائے رکھا اِس امید پر کہ شاید پاکستان تنگ دستی کے باعث بھارت کے سامنے سرنڈر کردے۔ دنیا کے ہر فورم پر پاکستان کی بھرپور مخالفت کی۔ اب بھی سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی کر کے پاکستان کو بنجر بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ 1948ء میں کشمیر کے مسئلہ کو لے کر بھارت UNO پہنچا، قرارداد منظور کی، پھر منحرف ہوگیا۔ اُس نے اسرائیل سے مل کر پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کو تباہ کرنے کی کئی ناکام کوششیں کیں۔ پاکستان کا دولخت ہونا یقیناً پاکستانیوں کے اعمال اور کرتوتوں کی وجہ سے تھا لیکن بھارت نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِس شکست و ریخت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ فہرست اتنی طویل ہے کہ ایک کتاب رقم کی جاسکتی ہے۔ میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ پاکستان بھارت کے بارے میں بہت معصوم رہا اور ہے۔ مثلاً ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے رہے کہ کشمیر میں گوریلا کارروائیاں غلط اور ناجائز تھیں، ہمیں اپنا حق یا کھلم کھلا جنگ سے لینا چاہیے یا سفارتی کوششوں سے حاصل کرنا چاہیے۔

محترم ظل الرحمٰن صاحب، پاکستان یقیناً بدترین حالات سے دوچار ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ مملکت خداداد جو ستائیسویں رمضان کی شب وجود میں آئی تھی، غلبۂ اسلام کے مشن کے ساتھ دنیا بھر میں اُبھرے گی۔ جب پاکستان کا قیام عمل پذیر ہو رہا تھا تو بعض لوگوں کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور انہوں نے خواب سے یہ تاثر لیا تھا کہ آپ ﷺ نے اِس حوالہ سے اپنی تائید کا اظہار فرمایا ہے۔ اِن لوگوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے عالم دین بھی شامل ہیں۔ لہٰذا میری رائے میں پاکستان کان سے نکلا ہوا ایک ایسا سونا ہے جس پر زمینی اثرات اور میل کچیل بہت جمع ہوگیا ہے لیکن اب یہ کُٹھالی میں پڑا جل رہا ہے، اور ان شاء اللہ خالص سونا بن کر نکلے گا اور افغانستان کے ساتھ مل کر یہاں ایک ایسی اسلامی ریاست قائم ہوگی جو عالمی سطح پر اپنا لوہا منوائے گی۔ افغانستان میں لڑی جانے والی جنگ میں عالمی استعمار اور طاغوتی قوتوں کو عبرت ناک شکست ہوگی اور پاکستان پر اُس کے اثرات غالب آئیں گے۔

محترم، قیامِ خلافت ندائے خلافت کا دوسرا نہیں، بنیادی اور کلیدی موضوع ہے۔ آپ نے دو حدیثوں کا حوالہ دے کر پنڈت نہرو کی مثال دی ہے۔ پنڈت نہرو کا حقیقی اور اصلی کردار کیا تھا، میں اِس پر اس لیے بحث نہیں کروں گا کہ بحث اتنی لمبی ہوجائے گی کہ کسی ہفت روزہ جریدے کی زینت نہیں بن سکے گی۔ اِس ضمن میں صرف ایک بات کہتا ہوں کہ وہ شخص اپنی قوم سے مخلص تھا اور یہ ایک بہت بڑی اور قابل قدر کوالٹی ہے۔ اسلام کے نفاذ کے حوالہ سے اُس کی مثال انتہائی بے تکی ہوگی۔ آپ نے نفاذِ اسلام کے حوالے سے ہمارے لیے واحد راستہ Gradual patternisation through parliamentry democracy بتایا ہے۔ میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہم ہرگز ہرگز اِس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اسلام پاکستان میں صرف اور صرف ایک ایسے انقلاب کے ذریعے نافذ ہوگا، جس کے لیے جدوجہد منہجِ نبویؐ پر کرنا ہوگی۔ پاکستان کو ایک مکمل اور ہمہ گیر انقلاب کی ضرورت ہے جس کی مشابہت کسی قدر ایران کے انقلاب سے ہوگی۔ اگرچہ بعض عوامل کی وجہ سے ایرانی انقلاب نتائج پیدا نہ کرسکا، جس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ پاکستان میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی تبدیلی کی ضرورت ہے اور ان تینوں سطحوں پر انقلاب کی تاریخ میں صرف ایک ہی مثال ہے اور وہ حضور ﷺ کا انقلاب ہے۔ موجود نظام کو تہہ و بالا کیے بغیر اِن تینوں سطحوں کو تبدیل کرنا ممکن نہیں۔ موجودہ نظام کو اسلامی پیوند کسی صورت نہیں لگ سکتا اور وہ ویسا ہی خطرناک ثابت ہوگا جیسا ضیاء الحق نے پاکستان میں لگانے کی کوشش کی، جس سے دشمنوں کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں مدد ملے گی اور اسلام بدنام اور ناقابل عمل قرار پائے گا۔

آپ نے شیعہ سنی اختلافات اور دوسرے گروہی اختلافات کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، اِسے تسلیم

کیا جانا چاہیے، لیکن اِس کا علاج ہمیں خود کرنا پڑے گا۔ کوئی دوسرا ہمارے اختلافات ختم نہیں کرائے گا۔ صحیح اسلامی تعلیمات اور اسلامی انقلاب ایک ایسی روشنی ہوگی جس سے اندھیرا چھٹ جائے گا۔

آپ نے درست فرمایا ہے کہ سزا کا موجودہ اصلاحی تصور آج ناکام ہے، لیکن اسلامی سزائیں نافذ کرنے کے لیے جو طریقہ آپ نے بتایا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا غربت کے اختتام پر ہی مناسب ہے۔ البتہ زنا اور فحاشی کی سزائیں سخت ہونی چاہییں، ہماری رائے میں یہ بھی درست نہیں، اس لیے کہ ان تمام سزاؤں کے نفاذ سے پہلے ریاست کو ایک سخت گیر ماں کی حیثیت دینی ہوگی یعنی ایسی ماں جو بچوں کی ہر ضرورت کا پوری توجہ اور شدت سے خیال رکھے، لیکن اِس کے بعد کسی بچے کو غلطی پر سخت سزا دے۔ صحیح اسلامی نظام میں نظام عوام کے لیے ماں سے کہیں زیادہ شفیق ہوگا۔ آپ نے عدلیہ کے حوالے سے جس اصول کو غلط قرار دیا ہے کہ ایک معصوم کو بچانے کے لیے 99 مجرموں کو چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دیا جائے، میری رائے میں یہ اسلامی عدلیہ کا اصول ہے اور بالکل درست ہے۔

آپ نے مخلوط ذریعہ تعلیم پر اظہار خیال کیا ہے۔ یقیناً یہ بہت سی برائیوں کی جڑ ہے۔ اسلام کسی بھی شعبہ میں مرد اور عورت کے اختلاط کو جائز نہیں سمجھتا۔ یہ مسئلہ بھی بہت تفصیل طلب ہے۔ درحقیقت موجودہ سرمایہ دارانہ نظام اپنے تحفظ کے لیے سیاست میں جمہوریت، معاشرت میں جنسی بے راہ روی اور معیشت میں سود کو بطور ڈھال بلکہ بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ یہ طاغوتی قوتوں کے وہ ہتھیار ہیں جن سے انہوں نے عالمی غلبہ حاصل کیا اور اب ان کے زوردار استعمال سے اپنے غلبہ کو ابدی بنانا چاہتی ہیں۔ یقیناً اسلام میں پردہ کا حکم ہے، برقعہ کا حکم نہیں ہے۔ لیکن چادر کی نسبت برقعہ ایک ایسا پردہ ہے، جس سے عورت دونوں ہاتھ استعمال کرنے میں آزاد ہو جاتی ہے، جبکہ چادر سے عورت کا ایک ہاتھ بندھ جاتا ہے۔ اسلام میں چہرہ کا پردہ نہیں، یقیناً ایک طبقہ اِس کا قائل ہے مگر ہم اس کے قائل نہیں، بلکہ ہم مولانا مودودی کے اس موقف کو درست سمجھتے ہیں کہ جسم کا پردہ کرنا اور چہرہ کا پردہ نہ کرنا ایسا ہے جیسے درے بند کردیئے جائیں اور شاہ درہ کھول دیا جائے۔

دنیا اگر سود کا کوئی متبادل پیش نہیں کرسکی تو اس بنا پر ہم سود کو جائز قرار نہیں دے سکتے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ سود کو کبھی تدریجی انداز سے ختم نہیں کیا جاسکے گا۔ بلکہ انقلاب کے نتیجہ میں رونما ہونے والے نئے نظام میں ہی اِسے شجرِ ممنوعہ قرار دیا جاسکے گا۔ موجودہ معاشی نظام جس کے ذریعے انتہائی معمولی اقلیت نے عظیم اکثریت کو غلام بنایا ہوا جب تہ و بالا ہوجائے گا تو یقیناً اس سے interest free system (سود سے پاک نظام) جنم لے گا۔ سرمایہ دارانہ سودی معاشی نظام کے خلاف بغاوت شروع ہوچکی، دیکھیے کب انجام کو پہنچتی ہے۔ میری مراد وال سٹریٹ قبضہ تحریک سے ہے۔ آپ نے شیئر وغیرہ کے حوالے سے جو بات کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام جو آدم خور نظام ہے یہ سب اس شجر خبیثہ کی شاخیں ہیں۔

آپ نے قائداعظم کی اگست 1947ء کی تقریر کے حوالے سے جو موقف اختیار کیا ہے کہ درحقیقت قائد اعظم نے پاکستان میں رہنے والی اقلیتوں کو یقین دہانی کرائی تھی کہ اُن کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے گا، ہم آپ کے اِس موقف کو بالکل درست سمجھتے ہیں۔ اِس تقریر کو سیکولرازم کا لبادہ اوڑھانا درحقیقت پاکستان کے سیکولر اور مفاد یافتہ طبقہ کی ڈھٹائی کا مظہر ہے، کیونکہ وہ لوگ اسلامی نظام سے خوفزدہ ہیں کہ اِس سے اُن کے عیش وعشرت اور آزاد خیالی میں رکاوٹ پڑے گی اور وہ دوسروں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ نہیں کرسکیں گے۔

آپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ آج کے دور میں جزیہ کا تصور نامناسب ہے۔ حضرت، آج کے دور کے تقاضے آپ سامنے رکھیں گے تو آپ کو اسلامی ریاست کے بہت سے معاملات غیر مناسب محسوس ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب اُس وقت درست اور صحیح انداز میں سامنے آئیں گے جب بالفعل اسلامی فلاحی ریاست قائم ہوگی۔ تب کوئی بھی اسلامی شق نامناسب دکھائی نہیں دے گی۔

محترم ظل الرحمٰن صاحب، آخر میں گزارش ہے کہ اگر قلم کی نوک سے روانی میں کوئی ایسی بات نکل گئی ہے جو آداب کے خلاف ہے تو اُس پر معذرت خواہ ہوں۔ والسلام

ایوب بیگ مرزا

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم اولڈ سٹی کی حلقہ کراچی جنوبی میں شمولیت

امیر حلقہ کراچی شمالی کی طرف سے تجویز آئی تھی کہ مقامی تنظیم اولڈ سٹی کو حلقہ کراچی جنوبی میں شامل کردیا جائے البتہ شجاع الدین شیخ صاحب کو جو کہ اس علاقے میں مقیم ہیں، بحیثیت ناظم حلقہ کراچی شمالی برقرار رکھا جائے۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 24 نومبر 2011ء میں گفتگو اور مشورہ کے بعد امیر حلقہ کی تجویز کو منظور فرمایا۔

ضرورت رشتہ

☆ امریکہ میں مقیم قاضی فیملی کو اپنی دو بیٹیوں عمریں اور تعلیم بالترتیب 23 سال طالبہ بی ایس سی فائنل ایئر، یونیورسٹی آف ہوسٹن، اور 25 سال میڈیکل میں ماسٹر ڈگری ہولڈر کے لیے دین دار، پابند شریعت، تعلیم یافتہ (ترجیحاً انجینئر، ڈاکٹر) لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ نیز اسی فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی مکینکل کے لیے پڑھی لکھی (ترجیحاً ایم اے اسلامیات) درس قرآن کی صلاحیت سے بہرہ مند، امور خانہ داری میں ماہر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-8827251

دعائے مغفرت کی درخواست

- حلقہ کراچی جنوبی (بنوری ٹاؤن) کے رفیق اسد حسین کے والد انتقال کرگئے
- امیر تنظیم اسلامی ملتان شمالی (سابقہ امیر حلقہ پنجاب جنوبی) سعید اظہر عاصم کے والد چودھری فیروز الدین دل کا دورہ پڑنے سے وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے معتمد اور قرآن اکیڈمی پشاور کے مدرس قاری محمد فیاض احمد کی بیٹی بقضائے الٰہی وفات پاگئی
- تنظیم اسلامی کراچی شمالی (اولڈ سٹی) کے نقیب محمد شہزاد کی والدہ رحلت فرماگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حسابًا یسیرًا

خاک نشینوں کا خُون کیا ہوا؟

مولانا سید عدنان کاکاخیل

پورے ملک میں ایک ہاہا کار مچی ہوئی ہے۔ اتنا شور بپا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ نقار خارنے کی ہر ہر طوطی بآواز بلند ٹیں ٹیں کر کے شدید احتجاج ریکارڈ کرا رہی ہے۔ غیرت وحمیت کے خوابیدہ و فراموش کردہ مردہ جذبات از سر نو انگڑائی لے کر بیدار ہو گئے ہیں اور حلق پھاڑ پھاڑ کر قوم کو سالمیت وخود مختاری کے بھاشن سنا رہے ہیں۔ ''پیکر غیرت'' رحمٰن ملک صاحب، ''مجسمۂ حمیت'' ملتانی سید زادے اور ''سالمیت وخود مختاری کے علمبردار'' زرداری صاحب پر اچانک یہ روح فرسا انکشاف ہوا ہے کہ ہماری سالمیت پر حملہ کیا گیا ہے۔ ہماری سرحدوں کو پامال، ہماری خودمختاری کو تار تار، ہماری غیرت وحمیت کو داغدار اور ہمارے قومی تشخص کو بے وقار کیا گیا ہے ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

یہ جو آج سے پہلے خون آشام حملے ہوتے رہے۔ بے گناہ، معصوم پاکستانی مسلمانوں کا خون بہتا رہا۔ ڈرون حملوں میں سینکڑوں ہم وطن پیوند خاک ہوئے، یہ سب کیا تھا؟؟؟ یہ ملکی سلامتی اور خودمختاری کی دستار اونچی ہو رہی تھی؟؟؟ یہ جو 300 کے لگ بھگ معصوم بچے جو ''پاکستانی'' تھے اور مسلمان تھے، ان کا ایک ایک عضو الگ الگ ہو کر الگ ہواؤں میں بکھر گیا اور اسی مغربی سرحد کے پار سے فولادی گِدھوں نے اپنی چونچوں میں آگ و بارود کے زہریلے تیر لے کر بے گناہ پاکستانیوں کے نشیمن بھسم کیے، اس مشق ستم کو غیرت و حمیت کے پیکر کیا نام دیں گے؟ یہ چاند ماری کن بدنصیبوں پر ہوتی رہی اور کس عنوان کے تحت ہوتی رہی؟؟ کیا ڈرون حملوں کے شکار سینکڑوں معصوم بچوں اور ہزاروں بے گناہ شہیدوں کا فقط ...... واحد ...... اور ......صرف ...... ایک ہی قصور تھا......؟؟؟ اور وہ یہ کہ وہ ......''بے وردی پاکستانی'' ...... تھے؟؟؟ ورنہ ان کا خون اتنی آسانی سے پیوند خاک نہ ہوتا۔ ان کی المناک، دردناک اور خونچکاں شہادتوں پر بھی ایوانِ اقتدار کے کنگرے لرزتے ...... غیور وزراء، باحمیت مشیرانِ کرام، خوددار وزیراعظم اور ملکی سالمیت اور خودمختاری کے معاملے میں حد درجہ حساس صدر صاحب کے ''کھڑے پانیوں'' میں بھی طغیانی آتی ...... سلامتی کی ذمہ دار سپاہ وطن کے جرنیلوں کے ماتھے پر بھی شکن پڑتی ...... اے کاش! ایسا ہی ہوتا ...... اے کاش! ایسا ہی ہوتا ......

ہم پہلے تو یہ سنتے رہے کہ یہ فولادی گِدھ ہماری سرزمین سے اُڑتے رہے اور ہم پر ہی آگ برساتے رہے۔ ہم ہی مرتے اور ہم ہی مارتے رہے۔ دشمن دانت نکوسے بغلیں بجاتا رہا ...... ہم اپنے خلاف خود ہی لڑتے رہے ...... پھر ہمیں تسلی دی گئی کہ نہیں نہیں! ڈرون حملے سرحد پار سے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے شاہینوں، اپنے ہوابازوں، اپنے فولادی جہازوں کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے کہ یہ کب ایک اُڑان بھر کر فولادی گِدھوں کا راستہ روکیں گے ...... اہل وطن سوچتے رہے کہ ہم نے اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر، اپنے بچوں کو آدھا پیٹ کھلا کر دفاع وطن کے لیے جو تیاری کی ہے، وہ ہمارے خون کو یوں غیروں کے ہاتھ بہتا دیکھ کر حرکت میں آئے گی اور ان کے راستے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح آن کھڑی ہوگی ...... مگر ہماری آنکھیں پتھرا گئیں اور فولادی گِدھوں کا راستہ کسی نے نہیں روکا۔ اسمبلی کے فلور پر کھڑے ہو کر میرے شاہینوں کے ذمہ دار نے کہا کہ ''اگر حکومت حکم دے تو ڈرون طیارے گرا سکتے ہیں۔'' مگر ''ظالم و جابر'' حکومت نے میرے شیر دل سپاہیوں اور شاہینوں کی ''معصوم فریادوں'' اور ''درد بھرے نالوں'' پر کان نہ دھرا اور ان کو ''حکم'' نہ دیا۔ اس لیے ڈرون طیارے میری فضاؤں میں یوں اُڑانیں بھرتے پھرتے رہے جیسے یہ ان کے باپ کی جاگیر ہو۔

ہم بنیادی طور پر ''غبی'' واقع ہوئے ہیں اور ذہانت وذکاوت سے خاصے عاری ہیں۔ ہمارے موٹے دماغوں میں یہ بات نہیں آ رہی کہ خود مختاری وسالمیت پر کون سا نیا حملہ ہوا ہے جو اتنا شور برپا ہے؟ سرحدات کی پامالی، ہم وطنوں کے خون سے ہولی اور ملکی تشخص کی داغداری کا کون سا نیا سانحہ پیش آیا ہے جس پر پورا ملک تشنج کی کیفیت کا شکار ہے؟ یہ تو گزشتہ کئی سالوں سے جاری ایک مشق ستم کا تسلسل ہے اور فرق صرف اور صرف شہداء کی حیثیت کا ہے۔ پہلے بے وردی شہید ہوئے تھے اور اب باوردی شہید ہوئے ہیں۔ وہ بھی پاکستانی تھے، یہ بھی پاکستانی ہیں۔ ان کی شہادتوں پر ہم مجرمانہ خاموشی کے مرتکب ہوئے اور آج ہم چیخ چیخ کر دنیا کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ دو درجن سے زائد المناک شہادتوں پر ہمارا دل خون کے آنسو رو رہا ہے اور غمزدہ گھرانوں کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں، مگر ہم دہرے پیمانوں اور بے حس پالیسیوں کی طرف توجہ دلائے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ اس حادثہ فاجعہ کو ہماری آنکھیں کھولنے اور حقائق کے ادراک کا ذریعہ بنا دے۔ امریکا کی ذلت آمیز غلامی سے نجات اور اقوام عالم کے ساتھ سرخرو اور سر بلند کھڑے ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ''ضرب مومن'')

معمارِ پاکستان نے کہا

قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو نئی دہلی میں ایک بیان دیا جس میں انہوں نے کہا کہ

''میں جانتا ہوں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ اسلامی ضابطۂ قوانین جانشینی (خلافت) کے بارے میں نہایت منصفانہ، نہایت عادلانہ، نہایت جدید اور نہایت ترقی پذیر ہے۔ اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس کے تحت زندگی گزارنے کی اجازت ہونی چاہیے۔''

(22 نومبر 1938ء)

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا دورہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

امیر حلقہ جنوبی پنجاب محمد طاہر خان خاکوانی 15 اکتوبر 2011ء کو نائب ناظم اعلیٰ پنجاب وسطی پروفیسر خلیل الرحمٰن کی دعوت پر ٹوبہ ٹیک سنگھ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ راقم بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ وہ صبح ملتان سے روانہ ہوئے اور ساڑھے بارہ بجے ٹوبہ پہنچے۔ جہاں انہوں نے سب سے پہلے تنظیم کے زیرتعمیر مرکز کا معائنہ کیا۔ دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر کے بعد سوا تین بجے ٹوبہ سے گوجرہ روانگی ہوئی۔ راستہ میں امیر حلقہ نے جامعہ علی المرتضٰی میں مختصر خطاب کیا۔ جامعہ کے مہتمم قاری محمد یونس نے اس پروگرام کے لیے انہیں خصوصی طور پر دعوت دی تھی۔ مغرب کی نماز سے قبل وہ گوجرہ پہنچے، جہاں امیر تنظیم ٹوبہ غلام نبی نے ڈگری کالج میں اُن کے خطاب عام کا انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ بعد نماز مغرب انہوں نے ''عصر حاضر میں سیرت النبیؐ سے رہنمائی'' کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ کالج کا ہال سامعین سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ چنانچہ بعد میں آنے والے لوگوں میں سے بہت سے افراد نشستوں کے نہ ہونے کی وجہ سے واپس چلے گئے۔ اس پروگرام میں فیصل آباد سے امیر حلقہ جناب رشید عمر بھی اپنے چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ امیر حلقہ کے خطاب کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ بعدازاں گوجرہ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ واپس آئے اور میزبان پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کے گھر قیام کیا۔ اگلی صبح نماز فجر اور ناشتہ کے بعد ملتان واپسی ہوئی۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

ممتاز قادری کی سزائے موت کے غیر شرعی فیصلے کے خلاف احتجاجی ریلی

تنظیم اسلامی ہارون آباد کے زیراہتمام ممتاز قادری کو سزائے موت دینے کے غیر شرعی فیصلے کے خلاف ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی کا آغاز مرکز تنظیم اسلامی سے ہوا، جہاں قبل ازیں خطاب جمعہ میں توہین رسالت کی سزا کے موضوع پر خطاب کیا گیا۔ رفقاء مرکز تنظیم اسلامی سے سڑک کے کنارے چلتے ہوئے عمر فاروق چوک پر جمع ہوئے، اور وہاں تقریباً 40 منٹ کھڑے رہے۔ انہوں نے بینرز اور ٹی بورڈز اُٹھائے ہوئے تھے، جن پر ممتاز قادری کی سزائے موت کے غیر شرعی فیصلے کے خلاف نعرے درج تھے۔ ریلی میں 45 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

مقامی تنظیم ہارون آباد کے زیراہتمام توبہ کی پکار کے حوالے سے ریلی

مقامی تنظیم ہارون آباد کے زیراہتمام 21 اکتوبر 2011ء کو مقامی مرکز تنظیم اسلامی گلشن حشمت میں ''ہمارے مسائل کا واحد حل: انفرادی اور اجتماعی توبہ'' کے موضوع پر ایک خطاب ہوا۔ بعدازاں توبہ کی پکار کے حوالے سے ریلی نکالی گئی۔ شرکاء نے بینرز اور ٹی بورڈ اُٹھا رکھے تھے، جن پر ''ہمارے مسائل کا حل: اجتماعی توبہ''، ''امریکہ سے رشتہ توڑ و رب سے ناتا جوڑو'' کی عبارتیں درج تھیں۔ ریلی کا آغاز سہ پہر اڑھائی بجے مرکز تنظیم اسلامی سے ہوا۔ رفقاء منظم انداز میں واک کرتے ہوئے عمر فاروق چوک پہنچے، جہاں پر چوک کے چاروں طرف کھڑے ہوکر بینرز اور ٹی بورڈ کا ڈسپلے کیا گیا۔ اس دوران ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گئے، اور آخر میں توبہ کے حوالے سے خطاب بھی ہوا۔ اِس ریلی میں تقریباً 50 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے زیراہتمام توبہ کی منادی

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے تحت 21 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک توبہ کی منادی کے حوالے سے ایک ریلی نکالی گئی۔ امیر حلقہ خواجہ ندیم احمد کی قیادت میں نکالی گئی ریلی کا آغاز منان چوک نزد جی پی او زیرو پوائنٹ سے ہوا۔ شرکاء شہر کی اہم شاہراہوں جناح روڈ، پرنس روڈ، گوردت سنگھ روڈ، پٹیل روڈ اور عدالت روڈ سے گزرتے ہوئے حلقہ کے صوبائی ہیڈکوارٹر پر پہنچے، جہاں ریلی اختتام پذیر ہوئی۔ ریلی کے شرکاء نے بینرز اور پلے کارڈز اُٹھا رکھے تھے۔ اِس دوران چند رفقاء ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے۔ ریلی سائنس کالج چوک پہنچی تو قاری عبدالسلام عمر نے توبہ کی ضرورت و اہمیت کے موضوع پر شرکاء سے خطاب کیا۔ ان کے بعد جنکشن چوک پر ماجد بلال نے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی خارجہ پالیسی پر تنقید کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہود و نصاریٰ کو اپنا امام بنا رکھا ہے، حالانکہ اللہ نے ہمیں ان کی دوستی سے منع کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم پر یہ جو ارضی و سماوی آفات آ رہی ہیں، انہیں مظاہر فطرت (Natural Phenomenon) سمجھ کر نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اسلام سے انحراف کی سزا ہے۔ بعدازاں ذوالقرنین نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے اجتماعی اور انفرادی توبہ کی اہمیت بیان کی اور شرکاء کو یاد دلایا کہ مسلمانانِ پاکستان نے اللہ سے وعدہ خلافی کی، جس کا ازالہ صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہے کہ ہم اپنے شب و روز میں تبدیلی لاتے ہوئے غلبۂ دین یعنی قیام نظام خلافت راشدہ کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ آخر میں ریلی کے شرکاء نے اس بات کا عزم کیا کہ وہ اپنی انفرادی زندگی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کریں گے اور اجتماعی زندگی میں اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی جدوجہد میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں گے۔ دعا پر ریلی کا اختتام ہوا۔ اخباری نمائندوں نے ریلی کی کوریج کی، جو اگلے روز کے اخبارات کی سرخیوں میں نمایاں تھی۔ ریلی میں 34 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: اقتدار احمد خان)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی،
عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ جی ٹی روڈ پشاور میں

مبتدی تربیتی کورس

25 تا 31 دسمبر 2011ء
(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

30 دسمبر 2011ء تا یکم جنوری 2012ء
(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-5903211/091-2262902

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت — برائے رابطہ: (042)36316638-36366638 0333-4311226

the only means. The Prophet and his followers offered great sacrifices for Islam and they had to face a number of battles with the enemies of Islam who were bent upon creating every hurdle in the way of Islam. Such information is disseminated either out of sheer ignorance or it is done with a bad intention. History is speaking of the 'battles of Badr, Ohad, Khyber, Hunain, Ahzab, Tabook and so many others. It was the struggle and sacrifices of the Prophet and his companions which were granted by Allah and His kingdom was established in a limited geographical area. This was the kingdom of God to be represented by this Hizbullah or the Party of God. It was the Khilafah, the manifestation of the rule of Allah on the earth. Here all the human conduct both individual and the collective were being governed by the Quran and the Sunnah. Since it was the Kingdom of Allah, therefore, it had all the right and legal authority to be recognized and to be given allegiance to by all. It was now obligatory on all human beings to surrender before this Authority with total servility. Now any force or power which rendered hindrance or obstacles to this system of Khilafah was liable to be punished in accordance with the Divine Commandments. It is in this context that the battles of Islam have been fought with no other intention except to establish the authority of Allah. A note of caution here is very important that every battle of a Muslim may not necessarily mean to be Jihad Fi Sabeelillah. It can be a war for the personal whim and greed of a Muslim king or ruler. If we revert to the Holy Book we find there in a number of Suras directly talking of the Islamic battles, giving all the principles and rules of the game of the battles fought for the establishment of Islam. One may refer to such Suras as Al Baqara, Al-e-Imran, Annisa, Almaida, Anfal, Attawba, Al Hajj, Assaf, Al Hadeed and scores of Ayas (verses) throughout the Holy Book. Let's not be influenced by the false propaganda of the infidel world which has been crying hoarse of the bloodshed of Islam by magnifying them manifold. History tells us that in the whole process of the Islamic revolution brought by Muhammad ﷺ and his companions the total number of death is not exceeding a few hundreds. On the other hand when we study the bloody history of the Christian and Jewish world we find that millions and millions of human beings have been killed for the personal interest of the kings and emperors just for the lust of power. The First World War, the Second World War and the Arab Jews series of wars in the Middle East and the brutality of Americans and their allies in Iraq, Afghanistan are the eye openers. We should not be apologetic in our approach and tell the world that this universe is to be ruled by Allah and Allah alone. All those who claim to be sovereign are challenging the authority of Allah. As such the true Muslims in the capacity of the Khulafa of Allah have to face the forces of infidelity to establish what is called as the Kingdom of God.

ضرورت ہے

☆ دفتر تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (واقع قرآن اکیڈمی یاسین آباد) کے لیے ایک کل وقتی کمپیوٹر آپریٹر درکار ہے، جو ان پیج اور ایم ایس آفس میں اردو ٹائپنگ میں مہارت رکھتا ہو۔ رفقاء تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔ بیرونِ کراچی سے آنے والے فرد کو قیام وطعام کی سہولت بھی قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں فراہم کی جاسکتی ہے۔ خواہش مند افرادِ اس ای میل ایڈریس پر C.V ارسال کریں۔

karachinorth@tanzeem.org

☆ قرآن اکیڈمی یاسین آباد کے میس اور ہاسٹل کے لیے ایک کل وقتی خانساماں درکار ہے۔ امیدوار کا دینی مزاج اور پابندِ شریعت ہونا قابلِ ترجیح ہوگا۔ بیرونِ کراچی سے تعلق رکھنے والے فرد کو قیام وطعام کی سہولت قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں دستیاب ہوگی۔

رابطہ: عمر بن عبدالعزیز 03452789591

☆ انجمن خدام القرآن سندھ کراچی قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے لیے ایک اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ درکار ہے، جو کسی ادارے میں اکاؤنٹس کا تجربہ رکھتا ہو اور کمپیوٹر پر اکاؤنٹس مینٹین کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو۔ امیدوار کا دینی مزاج اور پابندِ شریعت ہونا قابلِ ترجیح ہوگا۔ خواہش مند افراد اس ای میل ایڈریس پر C.V ارسال کریں۔

mnoman@quranacademy.com

☆ انجمن خدام القرآن سندھ کراچی قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے لیے ایک اسسٹنٹ مکتبہ انچارج درکار ہے، جو اضافی طور پر اسٹور کیپنگ اور انونٹری مینجمنٹ سے واقف ہو۔ نیز کمپیوٹر بھی استعمال کرنا جانتا ہو۔ خواہش مند افراد اس ای میل ایڈریس پر C.V ارسال کریں۔

mnoman@quranacademy.com

دعائے صحت کی اپیل

— حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق تنظیم عمیر علی خان کے نانا شدید علیل ہیں
— منور حسین خان نائب ناظم قرآن اکیڈمی ملتان روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوگئے ہیں اور نشتر ہسپتال میں زیر علاج ہیں

اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

They had to face most difficult odds in their way while attempting to change the very established customs, creeds and beliefs of the people which were so firmly embedded in their heart and souls. When the influential element of that ungodly society saw that their stakes were challenged by the new message of the Prophet, they came forward with all their might to resist this new call and maintain the statuesque. Thus the very crucial time of trial of the Prophet and his companions made the things harder for them. But the prophetÇ did not remain contended with what he had. He had to accomplish the mission of establishing the Deen of Allah which was obligatory for him.

One of the important reasons of ignoring the real goal ahead (IQAMAT DEEN) is that the world today is in the grip of secular ideologies. There are almost five dozen of Muslim states on the globe yet none of them has established the order of Islam where the social justice should have been ensured under the Quranic commandments and the sayings of the Prophet. The prevailing order, on the whole of the globe is secularism, dialectical materialism, nudism, social anarchism, exploitation and repression. Therefore, we the Muslim should come out of this limited idea of Islam and seriously comprehend what the unique approach of the last prophet and what his mission was. Serious study of the struggle and lifestyle of our Prophet leads us to the conclusion that the final and ultimate goal of the last messenger of Allah was but the establishment of the complete Order of Allah as ordained by the Holy Book.

By its nature Islam wants its domination on all spheres, both in the private and public life. This irrevocable obligation has been mentioned with no change of an iota three times in the Holy Book which says, " He it is Who hath sent His messenger with the Guidance and the Religion of Truth, that He may cause it to prevail over all religions........" (9-33),(48-28) and (61-9). The last prophet Muhammad ﷺ in the capacity of the last messenger of Allah completed the Deen of Allah to the required level as ordained by Allah. He established this system with all perfection at the human level as to be a model for the world to come thereby leaving no room for the Muslim Ummah to think of it an assignment beyond the reach of the human.

Thousands of years ago, we can visualize when the human race was in its infancy, the man had to live and had to be contented to remain in a cave or on the side of mountain quite in loneliness. For such an individual and simplistic form of human being it was more than sufficient to imagine of a Creator and just bow his head before Him. This individual was not a part of a complicated collective management where he had to fulfill his responsibilities of being a member of a social group, municipality or government. With the march of time this primitive man had now become an essential member of a complicated society where he had to live in accordance with the norms, rules regulations and the laws and taboos of that society. Now there remains no ambiguity in understanding the fact that if such a collective system is being run and controlled by forces which are opposed to the commandments of Allah and are antagonistic to the principles and teachings of Islam, then it will have to be called a society rebellious to God and with a life being lead quite contrary to the will of Allah. Such a collective system becomes an unjust, exploitative and cruel dispensation where the people will not be able to receive full justice regarding their social, economic and political rights. There will be lack of justice and lack of balance between the rights and responsibilities resulting in a disrupted society with dreaded chaotic situation. Now a man claiming to be a follower of Muhammad ﷺ living in such an ungodly society and not the least worried of what is going on around him has to think on his attitude. It means that such a person has fully compromised with the system he lives in quite contrary to the spirit of Islam. Today's man is so firmly entangled in the complicated structure of collectivity that he can do nothing without having a direct attachment to the society. Let's for the sake of understanding take a few spheres of our life and make an assessment how the collective life has become dominant over the human attitude and his doings. The world has become a global village and a Muslim is influenced by the prevailing factors in the same manner as the rest of the people. If the collective system is based on injustice and wrong lines then none can escape its consequences. If the system is governed by wrong hands and is ungodly, then we all become part and parcel of the same as is the case with us in Pakistan and most of the Muslim countries at present. As is said in the Sura-e-Yousaf (verse 106) "And most of them believe not in Allah except that they attribute partners (unto Him)"

This is true that preaching with soft words and demonstrating good attitude were very important factors in the propagation of Islam but they were not

Muhammad Faheem

The idealism of Islam in the Light of the Prophet's lifestyle (II)

The adornment of Allah (Ibadat-e-Rab): God wills us to completely surrender before Him with utmost sincerity and love. He wants us to lead all aspects of our life in accordance with what He wishes us to do. We lead a pure life in all spheres of life, in an all embracing manner and for every moment of the duration of our living here. To fulfill this requirement Allah has given us a set of worships or Ibadat which are helping us in achieving this goal. These are the obligatory assignments, which are called as the pillars of Islam. They are the obligatory prayers of five times a day, the fasting of the month of Ramazan, the annual compulsory monetary Zakawat (the Poor due) and the pilgrimage to Mecca once in life. All these four obligations are followed after the Kalma-e-Tayyeba or the oration of the Oneness of God both in words and with deep conviction at heart with a solemn declaration that Muhammad ﷺ is the last of the prophets.

The second assignment as a true Muslim is that we call people onto Allah. This is called the testimony or the Shahadat and is what has been termed as the duty of the whole Umma after the chain of prophets has been closed at the Last Prophet Muhammad ﷺ. Islam and complete surrender before Allah is a great beneficence to which people must be called by every individual confessing Islam. Al Baqra (143) Al Imran 110, and 104.)

(The third assignment on the part of a Muslim in the capacity of a member of the great Umma, is that he must strive for the establishing of the Deen of Allah as the dominant system to be all embracive and completely overwhelming all other manmade systems of the collective life. Unluckily, this most important duty is being overlooked by majority of the Muslims and even in the meetings convened in the name of the celebration of the Seerat or the lifestyle of the Great Prophet ﷺ very little time and attention is given to this obligation of the Muslims, which was the mandatory mission of the last Prophet. We always observe on such occasions that the Prophet ﷺ is greatly commended for his attributes of unmatchable character, sanctity, benevolence, bravery, kindness, mercy, graciousness, fortitude, generosity and other innumerable qualities. However, the sad aspect of the subject is that the real task of establishing the Rule of Allah on this earth is not being given the due consideration it deserves. What to speak of the secularists, even the religious segment of the Muslim society has turned a deaf ear to this most important aspect of the lifestyle of the Prophet. There are a number of the so-called Islamic scholars and intellectuals particularly in Pakistan and India who have gone back on their earlier stance and are now busy in preaching that there is no obligation for the Muslims to struggle for the establishment of Deen or the system of Allah. In other words it is stressed by these guys to limit Islam to the religious rituals comprising of the obligatory prayers, the poordue (Zakat), the fasting and the pilgrimage to Mecca. The plea of such intellectuals is to preach these things and the people will be automatically getting better and better Muslims, thus the whole society will one day change into completely committed Muslims. Here is the point to be pondered in light of the lifestyle of the Great Prophet to know how he was able to change the society of the infidels of the known notoriety into a model of the establishment where the servility of Allah was the greatest manifestation and prevalence of justice was the order of the day. The ProphetÇ called the people onto Allah. He organized them into a disciplined organization, groomed them into a group of the most obedient servants of God by imbibing into them the teachings of Islam revealed to the Prophet by Allah in the form of the Holy Quran. This group of the companions of the Prophet was indoctrinated to be responsible for preaching good and prohibiting evil at every strata of the society.